عظمت صحابہؓ

(صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت معاویہؓ کا دفاع اور ان کی ذات پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب)

محدث جلیل حضرت مولانا ابو المآثر حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ

مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ
مرقاۃ العلوم، پوسٹ بکس نمبر (۱) مئوناتھ بھنجن۔ یو۔پی۔

فہرست

عرض ناشر

بہت پہلے ''علمی الیکٹرک پریس تلیا نالہ بنارس'' سے ایک کتاب ''اصحاب رسول اللہ اور معاویہ کی صحابیت'' کے نام سے ۱۱۱ صفحوں میں چھپی تھی۔ مصنف کا نام جیسا کہ کتاب پر درج ہے ''سید بابا خلیل احمد صاحب چشتی صابری امجدی فاضل علوم مشرقی و مغربی بنارس'' تھا، اس مصنف نے اسی موضوع پر اس کے علاوہ اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔ یہ کتاب کیا ہے، کذب و افترا کی پوٹ ہے، اس کے اندر مؤلف نے حضرت معاویہؓ کی صحابیت کا انکار، ان کی ذات بابرکات پر معاندانہ طعن و تشنیع اور ان کی شان میں گستاخی و ہرزہ سرائی کر کے نہ صرف صحابہ دشمنی بلکہ اپنی ایمان باختگی اور جہالت کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب جب حضرت محدث کبیرؒ کی نظر سے گذری تو آپ کی غیرت ایمانی اور محبت صحابہ جوش میں آئی۔ اور ایک بار پھر وہ قلم، جو نہ صرف دفاع صحابہؓ بلکہ بزرگان دین اور اسلاف کرام کی حمایت میں بھی ہمیشہ سرگرم رہا، حرکت میں آیا اور اس بیہودہ کتاب کا رد و ابطال اس زور و قوت سے کیا کہ اس کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اور اپنی تصنیف کو ''عظمت صحابہ'' کے نام سے معنون کیا۔

''عظمت صحابہ'' کی تصنیف کو اگرچہ مدت گزر چکی ہے۔ تاہم اس کی جدت اور تازگی وطراوت باقی ہے، بلکہ بتقاضائے زمانہ اس کی ضرورت پہلے سے بڑھی ہوئی ہے۔ اصحاب رسول ﷺ بالخصوص حضرت معاویہؓ کی ذات پر آئے دن جو بے سراپا اعتراضات اور اذیت ناک حملے کئے جاتے ہیں، ان میں کے بہت سے مطاعن کا جواب انشاء اللہ اس کتاب کے اندر مل جائے گا اس صورت حال کے پیش نظر اس کتاب (عظمت صحابہ) کی قیمت واہمیت اس دور میں پہلے سے زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اسی کے ساتھ اس کے اندر وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو حضرت محدث کبیرؒ کی تحریر کا خاصہ ہیں، اور جن کے بارے میں مولانا عامر عثمانی مرحوم نے کہا تھا: ''ان کے رشحاتِ قلم میں فراست کا جو نور، جو گیرائی اور جو کامل دسترس پائی جاتی ہے، اس سے خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ وہی روشن دراست، وہی استحضار، وہی نگاہ کی جامعیت اور وہی شان نقد''۔

یہ کتاب غیر مطبوعہ تھی، حضرت محدث کبیرؒ کے کاغذات کے الٹ پھیر میں ایک دن اتفاقاً اس کا مسودہ ہاتھ آ گیا، تو اسے پہلے المآثر میں قسطوں میں شائع کیا گیا، اور اب اسے کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالی ہم کو تمام صحابہؓ کے مقام ومرتبہ کو پہچاننے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور ہمارے قلوب میں ان کی عظمت کا نقش قائم فرمائے، آمین۔

رشید احمد الاعظمی

مدیر مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین وعلی آلہٖ و صحبہٖ اجمعین

آج کل بنارس میں ایک شخص مسمیٰ خلیل داس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن کے جواز کا فتویٰ دے کر ایک نیا فتنہ برپا کر رکھا ہے، اس باب میں شخص مذکور کی اب تک کئی تحریریں شائع ہو چکی ہیں، اور ہر چند کہ یہ تحریریں کسی مستند عالم یا محقق کی نہیں ہیں اور اس لحاظ سے وہ بالکل ناقابل التفات ہیں، اور ہر سنجیدہ واقف کار ایسے نابلد کو منہ لگانے میں عار محسوس کرتا ہے، تاہم چونکہ ان تحریروں سے ناواقف عوام غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں، اس لئے میں بغرض اظہار و تائید حق اور بقصد ہدایتِ خلق و رفعِ غلط فہمی عوام، اپنے کو اس شخص کے مقابل پیش کرنے کی ذلت گوارا کرتا ہوں، اور حق تعالیٰ کی توفیق سے حضرت معاویہؓ کے باب میں جو بات حق اور اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسلک ہے، اس کو مدلل اور واضح طور پر لکھتا ہوں۔ واللہ حسبی ونعم الوکیل۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک سچے مومن و مسلم اور رسول خدا ﷺ کے قابل عزت صحابی تھے، اور جو غلطیاں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر تو جھوٹ اور ان پر بہتان ہیں اور بعض جو صحیح ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا جنگ کرنا تو وہ از قبیل خطائے اجتہادی یا بنا بر غلط فہمی تھیں۔ اس لئے ان پر

لعن وطعن بلکہ ملامت بھی ناجائز ہے، یہ ہے اہل سنت و جماعت کا تحقیقی و اجماعی مسلک۔

اب میں اپنے اس دعوی کے ثبوت میں اس کے ہر ہر جزو کو مستقل عنوان کے ماتحت ذکر کر کے دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر اس سے پہلے صحابی کی صحیح تعریف اور صحابہؓ کے واجب الاحترام ہونے کا مسئلہ واضح طور پر پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اس لئے پہلے اسی کو لیتا ہوں۔

صحابی کی تعریف محدثین کے نزدیک صحابی کی صحیح ومقبول ومعتمد تعریف وہ ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے:

من صحب النبي صلی اللہ علیہ وسلم أو رآه من المسلمين فهو من اصحابه	مسلمانوں میں سے جو نبی ﷺ کی صحبت پائے یا آپ کو دیکھے وہ آپ کے اصحاب میں ہے۔

اور یہی تعریف واضح الفاظ میں یوں ذکر کی گئی ہے:

الصحابي من لقي النبي صلی اللہ علیہ وسلم مؤمناً و مات على الاسلام [1]	صحابی وہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کرے اور اسلام پر مرے۔

اسی تعریف کی نسبت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصح ما وقفت علیہ لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے:

هذا التعريف مبني على الأصح المختار عند المحققين كالبخاري و شيخه احمد بن حنبل	(یہ تعریف مبنی ہے اس بات پر جو اصح اور مقبول ہے محققین کے نزدیک، جیسے بخاری اور ان کے شیخ امام احمد اور

و من تبعهما (اصابہ ص۴،۵)

ان کے متبعین)۔

اور یہی جمہور محدثین کا قول ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے:

والذي جزم به البخاري هو قول أحمد و جمهور المحدثين (ص۴ ج۷)

جس تعریف پر جزم کیا ہے بخاری نے وہی قول امام احمد و جمہور محدثین کا ہے۔

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی اور اسلام پر مرا وہ صحابی ہے۔ اور اس تعریف کی نسبت صاحب مواہب لدنیہ اور اس کے شارح علامہ زرقانیؒ نے لکھا ہے:

هو الراجح و هو مذهب جمهور المحدثين والاصوليين (زرقانی ص۲۴ ج۷)

یعنی یہی راجح اور یہی جمہور محدثین اور اصولیین کا مذہب ہے۔

اور حضرت سعید بن المسیبؓ سے جو یہ منقول ہے کہ جو ایک سال رسول خدا ﷺ کے ساتھ رہے یا کسی لڑائی میں شریک ہو وہ صحابی ہے، تو اس کی نسبت حافظ زین الدین عراقیؒ نے فرمایا کہ ابن المسیبؓ کی طرف اس قول کی نسبت صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے، اور ابن حجرؒ نے کہا کہ عمل اس قول کے خلاف ہے۔ (زرقانی ص۲۴ ج۷)

اور امام نوویؒ مقدمہ شرح مسلم ص۱۷ میں فرماتے ہیں:

هذا هو الصحيح في حده وهو مذهب احمد بن حنبل و أبي عبد الله البخاري في صحيحه والمحدثين كافة.

یعنی صحابی کی یہ تعریف صحیح ہے اور وہی امام احمد و امام بخاری اور تمام محدثین کا مذہب ہے۔

اور آگے محدثین کے مذہب کا راجح ہونا بھی بیان کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح و راجح قول کی بنا پر صحابی ہونے کے لئے صحبت کی کوئی مدت معین نہیں ہے، جس نے بحالت اسلام ایک نظر بھی آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور مومن مرا وہ صحابی ہے، ہاں بعض لوگ سال دو سال صحبت میں رہنا یا کسی لڑائی میں شریک ہونا ضروری قرار دیتے ہیں، مگر یہ قول معتبر نہیں ہے، باقی رہا صحابی کی تعریف میں مسلمان ہونے کی قید تو وہ بلا اختلاف تمام اہل سنت کے نزدیک۔ خواہ وہ محدثین کی جماعت ہو یا اصولیوں کی۔ ضروری ہے، صحابی صرف مسلمان ہی ہو سکتا ہے، غیر مسلم کو کوئی سنی صحابی نہیں کہتا۔ لہذا خلیل داس نے نصائح کافیہ کے رافضی مصنف کے حوالہ سے اپنے رسالہ میں جو یہ نقل کیا ہے کہ صاحب یا صحابی کا اطلاق کافر یا منافق پر بھی ہوتا ہے، تو اگر اس کا دعویٰ باعتبار اصطلاحی معنیٰ کے ہے، تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں، کہ وہ محدثین یا اصولیین اہل سنت میں سے کسی ایک محقق مصنف کے حوالہ سے یہ ثابت کرے کہ وہ صحابی کا مسلمان ہونا ضروری نہیں مانتے، اور اگر اس کا یہ دعویٰ باعتبار معنیٰ لغوی کے ہے تو ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، اس لئے کہ ہم صحابی کے اصطلاحی معنیٰ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ پھر بھی ہم اتنا ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ نصائح کافیہ والے نے لفظ صاحب یا صحابی کے مسلم اور کافر دونوں کے لئے یکساں طور پر بولے جانے والے کی دلیل میں قرآن پاک کی جو چھ یا سات آیتیں نقل کی ہیں، ان میں سے ایک میں بھی یہ لفظ کافر پر نہیں بولا گیا ہے، جیسا کہ خلیل داس نے خود اقرار کیا ہے (دیکھو ص ٦) اور چار آیتوں میں مومن و مسلم پر بولا گیا ہے، لہذا اس سلسلہ میں قرآن کا نام لینا محض فریب ہے۔ اب رہی وہ حدیث جس سے منافق پر صحابی کا اطلاق ثابت کیا گیا ہے، تو گزارش ہے کہ پہلی حدیث میں یہ

سرکار ﷺ پر بہتان و افتراء ہے کہ آپ نے منافق کو صحابی کہا ہے، اور ایسی افتراء پردازی کی جرأت صاحبِ نصائح کافیہ ہی جیسا جاہل و بدعقیدہ شخص کرسکتا ہے۔

ناظرین! خود بنارسی ہی کا لکھا یا لکھوایا ہوا ترجمہ ایک بار پھر پڑھیں اور دیکھیں کہ اس حدیث میں تو سرکار ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں" یعنی سرکار مخالف اسلام لوگوں کی طرف سے یہ اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ لوگ ان منافقین کو صحابی اور مجھ کو ان کا قاتل کہنے لگیں گے، سرکار کے قربان جایئے کہ آپ کے ارشاد کے بموجب منافق کو صحابی کہنے والے تو ہم نے دیکھ لئے، آگے دیکھیئے وہ اور کیا کہتے ہیں۔

اور اسی پہلی حدیث سے دوسری حدیث میں منافق پر صاحب کے مجازی اطلاق کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے، یعنی یہ کہ منافقین کو اصحاب کہنا اس وجہ سے تھا کہ غیر مسلم لوگ ان کو ان کے ظاہری حالات (بظاہر حلقہ بگوش اسلام ہونے) کی بنا پر اصحاب سمجھتے اور کہتے تھے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کے محاورہ میں ان کو اصحاب کہہ دیا، جیسا کہ علامہ قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ لكنه صبر استبقاءً لانقيادهم و تاليفاً لغيرهم لئلا يتحدث الناس أنه يقتل اصحابه وقد رأى الناس هذا الصنف في جماعتهم وعدوه من جملتهم اھ (نووی شرح مسلم ج ا ص ۳۴) اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ بغور پڑھئے۔

الحاصل کسی آیت یا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ غیر مسلم بھی صحابی ہوسکتا ہے، نہ کسی آیت یا حدیث میں غیر مسلم پر صحابی کا حقیقی اطلاق ہوا ہے۔

صاحبِ نصائح اور اس کا مقلد دونوں حد درجہ جاہل ہیں، ان کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صحبت کا شرف اسلام میں ایک اعلیٰ درجہ کا شرف ہے اور

جس طرح صدیق، شہید، ولی اور قطب وغیرہ کوئی غیر مسلم نہیں ہوسکتا، اسی طرح صحابی بھی کوئی غیر مسلم نہیں ہوسکتا، اور یہ کہ صحابیت کا شرف، ولایت، قطبیت، اور غوثیت ہر چیز سے بڑھا ہوا ہے، نیز یہ دونوں علم کے ساتھ روح ایمان سے بھی محروم ہیں، اس لئے کہ وہ سرکار رسالت کی صحبت کو فائدہ مند اور نقصان دہ دونوں کہتے ہیں، علم اور ایمان والوں کا تو یہ عقیدہ ہے، اور یہی واقعہ بھی ہے کہ سرکار کی صحبت (یعنی ایمان کے ساتھ حاضری اور زیارت) سراسر نفع ہے، وہ کبھی نقصان دہ نہیں ہوسکتی، اس کو نقصان رساں کہنا جاہلوں اور بے ایمانوں کا کام ہے۔

کوئی غوث وقطب کسی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا

نیز علم وایمان والوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صحبت رسول (یعنی ایمان کے ساتھ حاضری و زیارت) اتنا بڑا شرف، اتنی بڑی بزرگی اور ایسی منقبت ہے، جس میں کوئی غوث، کوئی قطب اور کوئی ولی ان کا شریک وحصہ دار نہیں ہے، اور نہ ان میں سے کوئی کسی صحابی کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے، امام نوویؒ شرح مسلم ج ا ص ۱۲۷ میں قاضی عیاضؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و ان من صحب النبي ﷺ ورآه مرة من عمره و حصلت له مزية الصحبة أفضل من كل من يأتي بعد فان فضيلة الصحبة لا يعدلها عمل	یعنی جس نے آنحضرت ﷺ کی صحبت پائی اور زندگی میں ایک بار بھی آپ کو دیکھ لیا اور اس کو صحبت کا شرف حاصل ہو گیا تو وہ بعد میں آنے والے ہر بزرگ سے افضل ہے، اس لئے کہ صحبتِ نبی کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔

اور اسی مقام پر نوویؒ اور قاضی عیاضؒ نے ابن عبدالبرؒ کی اس رائے کو، کہ ''صحابہؓ کے بعد بھی ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہوں'' یہ کہہ کر رد کردیا ہے کہ **ذهب معظم العلماء الى خلاف هذا**، یعنی علماء کا بڑا طبقہ اس کے خلاف ہے۔ غریب خلیل داس کو اس کی کیا خبر! اس نے صاحب نصائح کی اندھی تقلید میں اپنی کتاب ''اصحاب رسول اللہ'' کے کئی صفحے (ص ۳۱ تا ص ۳۷) بلاوجہ سیاہ کرڈالے۔

امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے جو بات لکھی ہے، وہی بات دوسرے علماء نے دوسرے عنوان سے لکھی ہے۔ (تتمہ دیکھو)

کوئی صحابی حوض کوثر پر حاضری سے محروم نہیں رہ سکتا

ان دونوں کی جہالت اور بے دینی ہی کا کرشمہ یہ بھی ہے کہ وہ دونوں کہتے ہیں کہ "بدکار صحابی حوض کوثر پر جانے سے محروم رہیں گے" اور دونوں اپنی جہالت سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مضمون حدیثوں میں آیا ہے، حالانکہ کسی حدیث میں یہ مضمون موجود نہیں ہے، صاحب نصائح نے محض از راہ فریب چند حدیثیں نقل کر دی ہیں، اور بنارسی نے آنکھ بند کر کے اس کے لکھے پر آمنا وصدقنا کہہ دیا ہے، چنانچہ میں اہل علم حضرات کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ حدیث نمبر ۳ و ۶ و ۷ و ۸ کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ ان میں تو کہیں اصحاب کا لفظ تک نہیں آیا ہے، محض زبردستی اور بے ایمانی سے ان کو صحابہ پر چسپاں کیا جاتا ہے، اب رہی حدیث نمبر ا و ۲ و ۴ و ۵ تو صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ ان میں صرف اتنی بات مذکور ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ حوض کی طرف لائے جائیں گے، پھر انھیں روک دیا جائے گا، حضرت ﷺ ان کو دیکھ کر فرمائیں گے کہ خدایا یہ تو میرے لوگ ہیں، خدا فرمائے گا آپ کو خبر ہی نہیں ہے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔ یہ مضمون پڑھ کر دل میں سوال پیدا ہوگا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث نمبر ۲ بخاری میں ہے اور بخاری میں بصراحت موجود ہے:

عن قبيصة قال هم الذين ارتدوا على عهد أبي بكر فقاتلوهم أبو بكر حتىٰ

یعنی قبیصہ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتد ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا

قتلوا وماتوا علی الکفر.
اور وہ کفر کی حالت میں مقتول ہوئے۔

نیز امام خطابیؒ نے اس حدیث کے تحت میں فرمایا ہے:

لم یرتد من الصحابة أحد انما ارتد قوم من جفاة الأعراب ممن لا نصرة له في الدين و ذالک لا یوجب قدحاً في الصحابة.

یعنی صحابہ میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا، بلکہ دیہاتیوں کی ایک اجڈ جماعت جن کی دین میں کوئی مدد نہیں تھی، مرتد ہوگئی تھی، اور اس سے صحابہ پر کوئی قدح لازم نہیں آسکتی۔

ان دونوں حضرات کے قول کی تائید خود حدیث نمبر ۴ سے ہوتی ہے، اس لئے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت کا یہ حصہ کہ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کو "میرے اصحاب" کہیں گے، مشکوک ہے، کیوں کہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ان کو "میری امت" کہیں گے۔

الغرض ان حدیثوں میں صحابہؓ کی محرومی کا ذکر نہیں ہے، اور زبردستی ان کو صحابۂ کرامؓ پر چسپاں کرنا صاحب نصائح اور اس کے مقلد جامد کی رافضیت ہے۔

اس کے بعد ایک بات مجھے اور بھی گزارش کرنی ہے، وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ غلط بات مان لی جائے کہ ان حدیثوں میں صحابہ مراد ہیں، تو ان جاہلوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان حدیثوں کی زد میں حضرت معاویہؓ وعمرو بن العاصؓ کسی طرح نہیں آسکتے، اس لئے کہ ان حدیثوں میں ایسے اشخاص کا ذکر ہو رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کے انتقال فرماتے ہی مرتد ہوگئے تھے، دیکھو حدیث ۶ کے الفاظ:

انهم لم یزالوا بعدک یرتدون علی أعقابهم.

یعنی یہ لوگ تمھارے بعد برابر الٹے پاؤں تمھارے دین سے پھرتے رہے۔

اور اس سے بھی واضح الفاظ ترمذی کی روایت کے ہیں:

انھم لم یزالوا مرتدین علی أعقابھم منذ فارقتھم (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۳ ص۲۹۳)	یعنی جب سے آپ ﷺ جدا ہوئے اسی وقت سے وہ برابر الٹے پاؤں پھرتے رہے۔

اور حضرت معاویہؓ و عمرو بن العاصؓ وغیرہما سے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد معاً ارتداد یا بدعت یا کوئی قابل شکایت فعل ظاہر نہیں ہوا، نہ وفات کے سالہا سال بعد تک ان سے ایسی کوئی بات سرزد ہوئی جس کی شکایت ان کے دشمن کرتے ہوں، چنانچہ بنارسی کی تحریرات کا حرف حرف آپ پڑھ جایئے، وہ جھوٹی سچی جتنی شکایتیں کرتا ہے وہ سب وفات نبوی ﷺ سے بارہ چودہ سال بعد کی ہیں، لہذا ان لوگوں پر یہ کیسے صادق آسکتی ہے کہ "یہ لوگ تمہارے بعد برابر الٹے پاؤں تمہارے دین سے پھرتے رہے" یہ قول تو صرف ان لوگوں پر صادق آسکتا ہے جنھوں نے وفات نبوی ﷺ کی خبر سنتے ہی زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور مرتد ہو گئے تھے، جیسا کہ قبیصہؒ اور خطابیؒ نے کہا ہے۔

تمام صحابہؓ عدل ہیں

اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسلک، جس میں کسی سنی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ ہے کہ صحابہ کل کے کل عدل ہیں، ان میں کوئی بھی فاسق و فاجر نہیں ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر استیعاب ج اص ۲ میں لکھتے ہیں:

فهم خير القرون و خير أمة أخرجت للناس ثبتت عدالة جميعهم بثناء الله عز و جل عليهم وثناء رسوله عليه السلام و لا أعدل ممن ارتضاه الله لصحبة نبيه و نصرته ولا تزكية افضل من ذالک ولا تعديل اكمل منه.

صحابہ خیر القرون اور خیر امت ہیں، تمام صحابہ کی عدالت یوں ثابت ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے ان کی ثنا کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا عادل نہیں ہوسکتا جس کو اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور نصرت کے لئے پسند کیا ہو، اور اس سے بڑھ کر کوئی تزکیہ نہیں ہوسکتا نہ اس سے زیادہ کامل کوئی تعدیل ہوسکتی۔

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:

وان كان الصحابة رضي الله عنهم قد كفينا البحث عن احوالهم لاجماع اهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة و الجماعة علىٰ انهم كلهم عدول (ص ۹)

صحابہؓ کے احوال سے بحث کی ضرورت ہم کو نہیں ہے، اس لئے کہ مسلمانوں میں جو اہل حق ہیں یعنی اہل سنت و جماعت ان سب کا اجماع و اتفاق ہے، کہ صحابہ کل کے کل عدل ہیں۔

علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں فرماتے ہیں:

الصحابة كلهم عدول بتعديل الله عزوجل و رسوله ﷺ لا يحتاجون الى بحث في عدالتهم و على هذا القول معظم المسلمين من الائمة والعلماء من السلف والخلف (قلمی نسخہ ندوہ)

تمام صحابہ اللہ اور اللہ کے رسول کے عادل قرار دینے کی وجہ سے عادل ہیں ان کی عدالت میں بحث کی حاجت نہیں ہے، یہی قول مسلمانوں کے بڑے طبقے (اہل سنت وجماعت) کے اگلے وپچھلے تمام ائمہ وعلماء کا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳ میں فرماتے ہیں:

اتفق اهل الحق و من يعتد به في الاجماع على قبول شهاداتهم و رواياتهم و كمال عدالتهم رضى الله عنهم اجمعين.

اہل حق اور وہ سب لوگ جن کا اجماع میں اعتبار ہے اس امر پر پورا اتفاق کیا ہے کہ صحابہ کی گواہی اور روایت مقبول ہے اور وہ کامل طور پر عادل ہیں، ان سب سے اللہ راضی ہو۔

اور اس سے پہلے لکھا ہے كلهم عدول، پوری عبارت دوسرے موقع پر نقل کی جائے گی۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ اس کی شرح ج ۲ ص ۲۲۳ میں فرماتے ہیں:

و اعتقاد أهل السنة و الجماعة تزكية جميع الصحابة رضی اللہ عنہم

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کا تزکیہ اس طور پر کہ ان میں

وجوباً باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه و تعالىٰ و أثنىٰ رسوله ﷺ عليهم لعمومهم وخصوصهم (الىٰ قول الشارح) وحقيق على المتدين أن يستصحب لهم ما كانوا عليه في عهد رسول الله ﷺ فان نقلت هناة فليتدبر العاقل النقل و طريقه فان ضعف رده و ان ظهر وكان آحاداً لم يقدح فيما تواتر أو شهدت به النصوص.

سے ہر ایک کی عدالت ثابت مانی جائے اور ان میں طعن کرنے سے بچا جائے، واجب ہے، اور جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے عام کی اور خاص کی تعریف کی ہے، تعریف کی جائے، اور دیندار کے لئے یہ زیبا ہے کہ صحابہ جس حال پر عہد نبوی میں تھے، اسی حال پر آخر تک ان کو باقی رہنے والا اعتقاد کرے، پس اگر کوئی لغزش نقل کی جائے تو عاقل کو چاہئے کہ اس نقل پر غور کرے اگر وہ کمزور ہو (سند وغیرہ ٹھیک نہ ہو) تو ان کو رد کردے، اور اگر ایسا نہ ہو اور روایت آحاد ہو، تو بھی متواتر بات میں اور جس چیز کی شاہد نصوص ہیں وہ نقل کوئی قدح پیدا نہیں کرسکتی۔

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ایک خاص فصل ہی اس مقصد کے لئے منعقد کی ہے، فرماتے ہیں:

الفصل الثالث في بيان حال الصحابة من العدالة، اتفق أهل السنة علىٰ أن الجميع عدول و

"تیسری فصل صحابہؓ کی عدالت کے حال میں" تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ کل صحابی عادل ہیں اس عقیدہ کی

لم يخالف في ذالك الاشذوذ من المبتدعة.	مخالفت سوائے چند بدعتیوں کے کوئی دوسرا نہیں کرتا۔

اس کے بعد آگے چل کر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

قد كان تعظيم الصحابة ولو كان اجتماعهم به ﷺ قليلاً مقرراً عند الخلفاء الراشدين وغيرهم.	صحابہؓ کی تعظیم اگرچہ ان کی ملاقات آنحضرت ﷺ سے تھوڑی دیر ہی رہی ہو خلفاء راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک مقرر اور مانی ہوئی بات تھی۔

پھر حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

و في ذالك أبين شاهد على انهم كانوا يعتقدون أن شان الصحبة لا يعدله شيء (ج ا ص ۷۷۲)	اس واقعہ میں کھلا ہوا شاہد موجود ہے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد یہ تھا کہ صحابیت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے کفایہ ص ۴۱۵ میں محمد بن عبداللہ بن عمارؒ کا قول نقل کیا ہے:

فان جميع اصحاب النبي ﷺ كلهم حجة.	آنحضرت ﷺ کے تمام صحابی حجت ہیں۔

امام محقق کمال الدین ابن الہمام حنفیؒ صاحبِ فتح القدیر مسامرہ میں اور ان کے شاگرد رشید ابن ابی شریفؒ مسائرہ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد اهل السنة و الجماعة تزكية جميع الصحابة رضي الله عنهم وجوباً	اہل سنت و جماعت کا اعتقاد تمام صحابہؓ کو وجوبی وحتمی طور پر عادل اور پاک

باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن والثناء عليهم كما أثنىٰ الله سبحانه و تعالى (ص ١٤)

وصاف ماننا ہے، اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک کی عدالت ثابت مانی جائے اور طعن سے پرہیز کیا جائے اور جیسے اللہ نے ان کی تعریف کی ہے، اس طرح تعریف کی جائے۔

ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان و علي و كذا بعدها.

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں فتنۂ عہد عثمانی وعلوی کے پہلے بھی اور بعد بھی۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب کفایہ میں ایک باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے:

باب ماجاء في تعديل الله و رسوله للصحابة.

اللہ اور اس کے رسول کا صحابہؓ کو عدول قرار دینے کا باب۔

اس کے ماتحت فرماتے ہیں:

عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم و اخباره عن طهارتهم واختياره لهم.

صحابہؓ کی عدالت محقق و معلوم ہے اللہ کے عادل قرار دینے سے ان کو، اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے سے اور ان کو اپنے لئے چن لینے کی وجہ سے۔

اس کے بعد چند آیات واحادیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وجميع ذالک يقتضي القطع بتعديلهم ولا يحتاج أحد منهم مع تعديل الله له الى تعديل

اور یہ تمام دلائل مقتضی ہیں صحابہؓ کو قطعی طور پر عادل قرار دینے کو، ان میں سے کوئی اللہ کی تعدیل کے بعد کسی

أحد من الخلق ، على انه لو لم يرد من الله و رسوله فيهم شئ مما ذكرنا لأوجبت الحال التى كانوا عليها من الهجرة والجهاد و نصرة الاسلام وبذل المهج والأموال وقتل الآباء والأبناء والمناصحة فى الدين وقوة الايمان واليقين القطع على تعديلهم و الاعتقاد لنزاهتهم وانهم كافة افضل من جميع الخالفين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم، هذا مذهب كافة العلماء ومن يعتمد قوله ...ثم روىٰ بسنده الىٰ ابي زرعة الرازي قال اذا رأيت الرجل ينقص أحداً من اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انه زنديق. (ص٤٦تا٤٩)

دوسرے کی تعدیل کا محتاج نہیں ہے، اس کے علاوہ اگر بالفرض اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کے حق میں کچھ بھی وارد نہ ہوا ہوتا جب بھی ہجرت، جہاد، نصرۃ اسلام، جان و مال سے دریغ نہ کرنا، باپ اور بیٹوں کو اللہ کی راہ میں قتل کرانا، دین میں خیر خواہی، قوت ایمان و یقین جس کے ساتھ وہ متصف تھے، یہی ان کے قطعی طور پر عادل قرار دینے اور ان کی براءت و پاکی کے اعتقاد کو کافی ہے، اور یہ کہ وہ سب کے سب اپنے بعد کے سب لوگوں سے اور ان معدلین سے جو بعد میں آئیں گے ان سے افضل ہیں، یہی تمام علماء کا مذہب ہے، اور جن کا قول قابل اعتماد ہے، پھر اپنی سند سے ابو زرعہ رازیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق (بے دین) ہے۔

صاحب نصائح کی بکواس

نووی، غزالی، ابن الاثیر، ابن حجر اور ابن الہمام وغیرہم ائمہ اسلام اور محققین اہل سنت کے یہ بیانات اور ان کی یہ تحقیقات وتصریحات پیش کرنے کے بعد یہ کہنا ہے کہ میں نے صرف نمونہ کے طور پر یہ چند نام گنوائے ہیں، ورنہ دنیا میں ہر سنی عالم کا یہی قول اور عقیدہ ہے، ان کے مقابل میں سنی ائمہ اور علماء میں ایک شخص بھی اس کا مخالف نہیں ہے، لہذا صاحب نصائح کافیہ کا یہ کہنا کہ ''ان کا ہر اس شخص کو جس کا وہ اپنی اصطلاح کے موافق صحابی نام رکھ دیں، عادل... ماننا.... غلط اور غیر مسلم ہے۔'' (اصحاب رسول اللہ ص ۲۲،۲۳) اہل سنت کے مسلک وعقیدہ کے خلاف ہے، اور یہ محض اس کی ذاتی رائے اور ایک فضول بکواس ہے، صاحب نصائح نہ کوئی دین دار آدمی تھا، نہ محقق عالم، نہ سنی المذہب، وہ ایک سنی نما رافضی اور بدعقیدہ شخص تھا، اس کی مادری زبان عربی تھی، اس نے عربی میں ایک کتاب ''النصائح الکافیہ'' کے نام سے تصنیف کی جس میں سنی بن کر اس نے اپنے رافضیانہ عقائد وخیالات پیش کیے، مگر اس زمانہ میں اس کو ایک سنی بھی ایسا نہ ملا جو اس کی تائید کرتا، یا اس کی کتاب کی اشاعت میں حصہ لیتا، چنانچہ دیار عرب اور بلاد ہند میں کہیں بھی اس کو سنی پریس نہیں مل سکا جہاں وہ اپنی ملعون کتاب چھپواتا، آخر بمبئی کے معروف ومشہور ایرانی رافضی تاجرِ کتب آقا شیرازی کی سرپرستی میں اور اس کے مطبع مظفری میں وہ کتاب چھپی، مگر خلیل داس جیسے ''علامہ'' کو ان باتوں کا کیا پتہ؟ اس غریب کو تو کسی شیعہ نے یہ بتا دیا کہ یہ ایک سنی عالم کی کتاب ہے، پھر کتاب کی عبارتیں مع ترجمہ نقل کر کے اسی شیعہ نے

ایک کتاب ترتیب دی اور از راہ فریب اس کو خلیل داس کی تصنیف قرار دیا، اور اسی کے ساتھ خلیل داس کو فاضل علوم شرعی کا ڈپلومہ بھی عطا کر دیا، خلیل داس کو اس سے بڑی علمی معراج اور کیا حاصل ہو سکتی تھی، جھٹ آپ نے اس کو اپنے نام سے شائع کرا دیا، اب یہ الگ خوش ہیں کہ ع

ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں

اور وہ الگ خوش ہے کہ ۔

کس چال سے رقیب کو دھوکا کھلا دیا　　　خط اپنا اس سے بھیج کے..... کھلا دیا

اگر "علامہ" خلیل داس کو علم سے کچھ بھی سرو کار ہوتا، تو صاحب نصائح کا شیعہ ہونا ان کو ایک نظر میں معلوم ہو سکتا تھا، اور وہ یقین کر سکتے تھے کہ وہ قطعاً سنی نہیں ہے، مگر اپنے کو سنی ظاہر کر کے سنیت کے گلے پر چھری چلا رہا ہے، جیسا کہ اس کی کتاب کا ہر صفحہ گواہ ہے، بالخصوص تعدیل صحابہ کی بحث کہ اس بحث میں تو اس نے اہل سنت کی دلیل کا رد بعینہ اسی جواب سے کیا ہے جو جواب شیعوں کی مشہور کتاب "تنقیح المقال" میں مذکور ہے، اگر آپ کو شک ہو تو کتاب اصحاب رسول اللہ کا ص ۲۶ اور "تنقیح المقال" (مطبوعہ ایران کا ص ۲۱۵ ج ۱) سامنے رکھ کر دیکھئے کہ صفحہ ۲۶ کی عبارت حرف بہ حرف تنقیح المقال کی ہے یا نہیں؟ اسی طرح صاحب نصائح اپنی اسی کتاب میں اپنے مدعا کا اثبات کہ احادیث میں جہاں جہاں اصحاب کا لفظ آیا ہے اکثر جگہ خاص لوگ مراد ہیں، عیون اخبار الرضا نامی کتاب سے کرتا ہے۔ (دیکھو اصحاب رسول اللہ ص ۴۷) یہ کتاب بھی شیعوں کی ہے، اس کا مصنف ابن بابویہ شیعوں کا بہت بڑا مجتہد اور عالم ہے، اس کے حالات کے لئے "رجال نجاشی ص ۲۷۶ اور تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۵۴ کا مطالعہ کیجئے۔

خلیل داس نے ص ۲ میں یہ بات بالکل صحیح لکھی ہے کہ ”میں ایک ایسے زمانے میں ہوں کہ بڑھ گئی ہے اس زمانے میں بکواس اور کم ہو گئے ہیں علماء اور بڑھ گئے ہیں جاہل لوگ“ دور جانے کی ضرورت نہیں وہ خود اپنے کو دیکھیں کہ ان کا مبلغ علم کیا ہے، اور اس علم پر ان کے کیا کیا دعویٰ ہیں، اور کیسی کیسی بکواس انھوں نے کی ہے، حتیٰ کہ صحابہ رسول پر بھی آوازے کسنے اور سب وشتم کرنے سے ان کو دریغ نہیں ہے۔

بات کہاں سے کہاں جا پہونچی، میں تعدیل صحابہ کے مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا اور یہ بتا رہا تھا کہ خطیب بغدادی، ابن عبدالبر، امام نووی، ابن الاثیر اور ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ تمام صحابہ کو بلا استثنا عادل قرار دینے پر جملہ اہل سنت کا اتفاق و اجماع ہے، یعنی کوئی سنی اس کا مخالف نہیں ہے، اس کے بعد میں خلیل داس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتایا ہے، یہ کس کا مذہب ہے، اگر سنیوں کا عقیدہ و مسلک ہے تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ کسی سنی محقق کا قول پیش کیجئے، اور اگر سنیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے تو دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ صاف صاف اعلان کیجئے کہ سنیوں کا یہ مسلک نہیں ہے، تاکہ سنی عوام فریب میں مبتلا نہ ہوں۔

تتمہ

خلیل داس کو یہاں یہ بات بھی بتا دوں کہ وہ صاحب نصائح کے فریب میں مبتلا ہو کر مازری اور ابن العماد کا نام لینے کی جرأت نہ کریں، اس لئے کہ اولاً مازری اور ابن العماد ہرگز ہرگز اس بات کے قائل نہیں ہیں جو صاحب نصائح اور خلیل داس کہتے ہیں، اور نہ وہ اصولی طور پر عدالت صحابہ کا انکار کر کے کسی صحابی پر لعن وطعن کے قائل ہیں، بلکہ مازری صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہم ان صحابہ کی عدالت کو تو یقینی اور قطعی مانتے ہیں جو برابر صحبت میں رہے اور نصرت کی، باقی جس نے ایک دن آپ کو دیکھ لیا یا لحظہ بھر زیارت کر لی، یا کسی کام سے آ کر ملا اور چلا گیا، اس کی نسبت ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ عادل ہے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ نہ ہو۔ یعنی مازری کے خیال کی بنیاد یہ ہے کہ یقینی عدالت کے لئے ان کے نزدیک لمبی صحبت اور نصرت ضروری ہے اور اسی وجہ سے صرف ان لوگوں کی عدالت کو وہ یقینی نہیں کہتے جن کو طویل صحبت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقینی عادل ہیں، اس لئے کہ یہ ان لوگوں میں نہیں ہیں جنھوں نے ایک دن دیکھا یا لحظہ بھر زیارت کی ہو، بلکہ مدتوں ساتھ رہے ہیں، پھر یہ فرق بھی ملحوظ رہے کہ مازری نے بعض صحابہ کی عدالت کو جو غیر قطعی کہا ہے، اس لئے نہیں کہا ہے کہ اس کو ان صحابہ کے حق میں لعن وطعن کے جواز کا حیلہ بنایا جائے، نہ مازری نے کسی صحابی پر طعن کیا ہے، مازری نے تو اپنی سمجھ کے مطابق اپنی ایک تحقیق ذکر کر دی ہے، مگر اس تحقیق کو دوسرے اکابر علماء اہل سنت نے

رد کر دیا ہے، چنانچہ علامہ علائی نے فرمایا ہے کہ هذا قول غريب (یہ شاذ قول ہے)

والقول بالتعميم هو الذي صرح به الجمهور و هو المعتبر

اور سب صحابہ کو عادل قرار دینا ہی وہ بات ہے جس کی جمہور نے تصریح کی ہے اور وہی معتبر ہے (دیکھو حاشیہ علامہ بنانی بر جمع الجوامع ج۲ ص ۱۷۵)

اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

و أما كلام المازري فلم يوافق عليه بل اعترضه جماعة من الفضلاء (اصابہ ج۱ ص ۷،۸)

اور لیکن مازری کا کلام تو کسی نے اس کی موافقت نہیں کی بلکہ فضلاء کی ایک جماعت نے اس پر اعتراض کیا ہے۔

اسی طرح ابن العماد کا کلام بھی صاحب نصائح یا خلیل داس کی تائید میں قطعاً نہیں ہے، بلکہ ابن العماد نے بالکل صاف صاف تمام صحابہ کی عدالت پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے، اور اس کو تسلیم بھی کیا ہے، اور خاص حضرت معاویہؓ کی بزرگی وعظمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، اور ان کی محبت پر مرنے کی دعا کی ہے، دیکھو شذرات الذہب ج۱ ص ۶۵، پس اپنی تائید میں ایسے مصنف کا نام لینے سے صاحبِ نصائح کو شرم کرنی چاہئے۔

بہر حال ابن العماد عدالت صحابہ کے اجماعی مسئلہ کے منکر نہیں ہیں۔ مگر مازری کے ساتھ ان کا نام صرف اس لئے کسی نے لے لیا ہے کہ انھوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر صحابہ میں سے دو چار اشخاص کو عادل نہ مانا جائے تو بھی اس سے عدالت صحابہ کے اجماعی مسئلے پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا، اس لئے کہ دو چار کا کوئی اعتبار نہیں ہے، پس جب دو چار کے سوا باقی صحابہ عادل ہیں تو یہی کہا جائے گا کہ سب

عادل ہیں، یہاں یہ بات بتادوں کہ وہ دوچار صحابی جن کو عدالت سے وہ مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ان میں حضرت معاویہ نہیں ہیں، جیسا کہ ابھی ان کی کتاب کے حوالہ سے بتا چکا۔

الحاصل عدالت صحابہ کا مسئلہ اہل سنت کے نزدیک بالکل متفق علیہ اور اجماعی ہے، اور کسی سنی عالم نے بالکلیہ اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا ہے، اور صاحب نصائح کا مازری اور ابن العماد کو اس مسئلہ میں اپنا مؤید بتانا فریب سے خالی نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ دونوں مصنف اس مسئلہ میں مخالف بھی ہوتے تو خود ابن العماد کے اس قول کے مطابق جس کو آپ ابھی پڑھ چکے ہیں تیرہ صدیوں کے تمام ائمہ وعلماء سلف وخلف کے مقابل میں ان دو کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟

ان دو کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا نام جو خلیل داس نے لیا ہے وہ سراسر فریب ہے، شاہ صاحب نے تو خلیل کے علی الرغم اس بات کی تصریح کی ہے کہ فنون عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ صحابہ پر طعن نہ کرنا چاہئے یہ درست ہے۔ (دیکھو اصحاب رسول ص ۳۰) اور اس کے بعد جو خلیل داس نے ترجمہ میں لکھا ہے وہ شاہ صاحب پر افتراء ہے، شاہ صاحب نے ہرگز یہ نہیں لکھا ہے کہ ''اس پر طعن کرنا جائز ہے'' شاہ صاحب کی فارسی عبارت اسی صفحہ پر موجود ہے، ہر واقف کار دیکھ سکتا ہے کہ وہ طعن کرنے کو جائز نہیں کہتے، بلکہ اس حدیث کے روایت کرنے کو جائز کہتے ہیں جو کسی وجہ طعن پر مشتمل ہو، اور صرف ایسی حدیث کی روایت کرنے ہی کو جائز کہتے ہیں، اس کی بناپر طعن کرنے کو جائز نہیں کہتے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ صحابہ کی لغزشیں ایسی نہیں ہیں کہ ان پر زبان طعن دراز کی جائے، جب تک کہ قطعی طور پر ان کا منافق یا مرتد ہونا معلوم نہ ہو جائے۔

اس کے بعد مجھے خلیل داس سے یہ پوچھنا ہے کہ مذکورہ ائمہ واعلام اہل سنت کے مقابلہ میں آپ نے صاحب نصائح جیسے مجہول ونا تحقیق شخص کی رائے و بیان کوکس بنیاد پر ترجیح دی، اگر کہیے کہ اس نے تعدیل صحابہ کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کیا ہے، تو سب سے پہلے اس کا جواب دیجئے کہ تمام سلف وخلف اہل سنت کا ایک ایسے مسئلہ پر اجماع کیسے ہو گیا جو قرآن وحدیث کے خلاف ہے، ایسا کیونکر ممکن ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین، سارے فقہاء اور کل محدثین خواہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی سب یک زبان ہو کر سارے صحابہ کو عادل کہیں اور سب یہ فرمائیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے عادل قرار دینے سے ہم ان کو عادل کہتے ہیں اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے، بلکہ اس کے برعکس قرآن وحدیث ہی سے وہ عدالت صحابہ کا ثبوت پیش کریں، کیا یہ اندھیر کی بات نہیں ہے؟ کیا یہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد

لا تجتمع امتي على ضلالة. یعنی میری امت کے مجتہدین گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے۔

کے خلاف نہیں ہے؟ کس قدر ظلم وعداون ہے کہ جس بات کو تمام سلف وخلف قرآن و حدیث سے ثابت مانتے آئے ہوں، اس کو اخیر زمانے کا ایک مجہول شخص قرآن و حدیث کے خلاف کہے؟ دراں حالیکہ ابن عبد البرجن کی کتاب کے حوالہ سے اس نے ولید کو فاسق ثابت کرنے کی اور اسی بنیاد پر عدالت صحابہ کو خلاف قرآن قرار دینے کی جرأت کی ہے، خود وہ بھی اپنی اسی کتاب کے شروع میں تمام صحابہ کو عادل قرار دینے پر اہل حق یعنی اہل سنت کا اجماع نقل کرتے ہیں، اور ان کو یہ مسئلہ قطعاً قرآن کے اور خود اپنے لکھے ہوئے کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔

ان سوالات کے بعد میں صاحب نصائح کے اس جھوٹ اور فریب کا پردہ

بھی چاک کردینا چاہتا ہوں کہ مسئلہ عدالت صحابہ قرآن کے خلاف ہے، سنئے صاحب نصائح نے اس مسئلہ پر یوں استدلال کیا ہے کہ ولید ایک صحابی ہے اور اس کو اللہ نے قرآن میں دو جگہ فاسق کہا ہے، لہذا یہ کہنا کہ سب صحابہ عادل ہیں قرآن کے خلاف ہے۔

لیکن یہ استدلال محض فریب ہے اور مسئلہ عدالت صحابہ قرآن کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ وہ قرآن کے عین مطابق ہے اور قرآنی آیات ہی پر تو اس کی بنیاد ہے۔

آپ ابن عبدالبر، ابن الاثیر اور خطیب بغدادی کی تصریحات میں ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ہم تمام صحابہ کو صرف اس لئے عادل قرار دیتے ہیں کہ اللہ نے ان کو عادل قرار دیا ہے اور ان کی ثناء کی ہے، اور خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الکفایہ ص ۴۶ میں متعدد آیات نقل بھی کردی ہیں جن میں صحابہ کی تعدیل وثناء ہے، پس جب قرآن میں صحابہ کی تعدیل مذکور ہے، اور اسی لئے عدالت صحابہ پر اجماع ہوا ہے تو وہ قرآن کے خلاف کیونکر ہوسکتا ہے، ایسا کرنا درحقیقت قرآن کی ایک آیت کو دوسری آیات کے معارض ومخالف بتانا ہے، جس کی جرأت صاحب نصائح کے علاوہ کوئی ایمان دار نہیں کرسکتا۔

اور زیادہ صاف صاف سننا چاہتے ہوں تو سنئے کہ آیت ان جاء کم فاسق مسئلہ عدالت صحابہ کی قطعاً مخالف نہیں ہے، اس لئے کہ اول تو اس آیت میں کہیں نہ ولید کا نام آیا ہے نہ کسی دوسرے کا، اسی طرح اس میں کسی معین شخص پر لفظ فاسق کا اطلاق نہیں ہوا ہے، بلکہ بلا تعیین وتشخیص بالکل عمومی طور پر فاسق کی خبر کا حکم بتایا گیا ہے، لہذا صاحب نصائح کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ولید کا نام اللہ نے فاسق رکھا ہے بالکل غلط ہے، اگر ایسا ہوتا تو یہ حکم ولید ہی کے ساتھ خاص ہوتا حالانکہ تمام علماء اس

حکم کو ہر فاسق کے لئے عام کہتے ہیں۔

اب اگر صاحب نصائح کا یہ خیال ہو کہ اس آیت کا سبب نزول ولید ہی کا ایک واقعہ ہے، پس ہر چند کہ آیت میں ولید کا نام نہیں ہے لیکن اگر ولید کو فاسق نہ مانا جائے تو یہ کہنا کہ ولید کے واقعہ کی بنا پر فاسق کی خبر کا حکم نازل ہوا، ایک بے جوڑ بات ہوگی، لہذا دو باتوں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنی پڑے گی، یا تو ولید کو فاسق مانا جائے یا یہ کہا جائے کہ آیت کا شان نزول ولید کا واقعہ نہیں، اور شان نزول کی یہ روایت غلط ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ اس تقریر کی بنا پر ولید کو آپ کا فاسق کہنا سبب نزول کی روایت کو صحیح کرنے کی مجبوری سے اور معقولی استدلال کی بنا پر ہوا، پس ایسی حالت میں یہ کہنے کا حق تو آپ کو ہے کہ اس روایت کی تغلیط سے بچنے کے لئے اور اس روایت کی تصحیح کے نتیجے میں ہم ولید کو فاسق مانتے ہیں، لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ نے اس کو فاسق کہا ہے، ایسا کہنا اللہ اور اس کے کلام پاک کے ساتھ سخت شوخی ہے، اور جب اللہ کا ولید کو فاسق کہنا ثابت نہ ہوا، بلکہ تصحیح روایت کے لئے آپ ایسا کہتے ہیں تو قرآن عدالت صحابہ کا مخالف نہیں ہوا، بلکہ آپ ہوئے، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ لیجئے کہ سبب نزول کی روایت اس مسئلہ کی مخالف ہوئی۔

پس اب سنئے کہ وہ روایت اگر کوئی حدیث بھی ہوتی تو روایت آحاد ہونے کی وجہ سے ظنی ہوتی۔ اور آیات تعدیل صحابہ نیز اجماع دونوں قطعی ہیں، اور ظنی چیز قطعی کی معارض نہیں ہوسکتی تھی، مگر یہاں تو شان نزول کی وہ روایت حدیث رسول بھی نہیں ہے، بلکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے، پس اس میں قطعی کے معارضہ کی قوت کہاں سے آسکتی ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل عبرت ہے کہ باطل کی حمایت کی وجہ سے صاحب نصائح

کی عقل کیسی ماری گئی ہے، وہ کیسی کیسی متضاد باتیں کرتا ہے، ایک طرف تو عدالت صحابہ کوقرآن کے خلاف کہتا ہے، دوسری طرف ایک صحابی ہی (ابن عباسؓ) کی روایت کی بنیاد پر اپنے استدلال کی عمارت کھڑی کرتا ہے، حالانکہ اگر تمام صحابہ کو عادل کہنا خلاف قرآن ہے، تو حضرت ابن عباسؓ کوصرف صحابی ہونے کی وجہ سے وہ عادل نہیں کہہ سکتا، اور جب تک ان کو عادل نہیں کہے گا ان کی روایت مقبول نہیں ہو سکتی، تو پھراس کا استدلال کس طرح صحیح ہوگا، بالخصوص جب کہ اس نے بغضِ صحابہ میں اندھے ہوکر اصحاب رسول ص ۴۷ میں یہ بھی نقل کر دیا ہے کہ عروہ نے ابن عباس کی تکذیب کی ہے۔

اب رہا صاحبِ نصائح کا دوسرا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت أفمن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً میں ولید کا نام فاسق رکھا ہے، تو یہ پہلے سے بھی زیادہ غلط ہے، اور آیت کے سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے أما الذین آمنوا ، اوراس کے بعد وأما الذین فسقوا فرما کر جوتفصیل بیان کی ہے، وہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ آیت مذکورہ میں کوئی خاص مومن اور کوئی خاص فاسق مراد نہیں ہے، امام ابن جریر فرماتے ہیں:

لم یرد بالمومن مومناً واحداً و بالفاسق فاسقاً واحداً و انما أرید جمیع الفاسقین و جمیع المومنین (تفسیر ابن جریر ص ۶۱ ج ۲۱)	یعنی مومناً سے کوئی ایک مومن اور فاسقاً سے کوئی ایک فاسق مراد نہیں ہے بلکہ تمام مومن اور تمام فاسق مراد ہیں۔

صاحب نصائح کا فریب ملاحظہ کیجئے کہ ابن جریر جس بات کو جزم و یقین

کے ساتھ لکھتے ہیں اس کو تو نقل نہیں کرتا اور شان نزول کی اس روایت کو نقل کرتا ہے جس کو ذِکـــر کے عنوان سے بصیغۂ تمریض لکھ کر ظاہر کر دیتے ہیں کہ یہ تحقیقی بات نہیں ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے، اس لئے کہ عطاء ابن یسار کی یہ روایت کہ حضرت علیؓ اور ولیدؓ کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی، کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔

اولاً تو اس لئے کہ عطاء نے نزول قرآن کا زمانہ نہیں پایا کہ خود نزول کے وقت موجود ہوں، اور اس بیان کے لئے وہ کسی صحابی کا حوالہ بھی نہیں دیتے، لہذا ان کی یہ روایت مرسل و منقطع ہے، دوسرے اس روایت کو عطاء سے نقل کرنے والا مجہول ہے، پس ایسی گری پڑی روایت کو اثبات مدعا کے لئے پیش کرنا، اور وہ بھی قرآنی دلائل کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی جہالت و بے شرمی ہے۔

ثانیاً اگر بفرض محال ولید کا نام لے کر بھی قرآن میں اس کو فاسق کہا گیا ہوتا تو بھی عدالت صحابہ کا مسئلہ قرآن کے خلاف نہ ہوتا۔

اولاً اس لئے کہ اس صورت میں بس اتنا لازم آتا کہ ولید عدالت سے مستثنیٰ ہے، اور جن آیات میں صحابہ کی تعدیل ہے ان میں ولید کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ مراد ہیں۔

ثانیاً اس لئے کہ اہل سنت کے نزدیک عدالت صحابہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ گناہ سے معصوم ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہی نہیں ہوا، بلکہ عدالت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے معصوم نہ ہونے کے باوجود ان کی اکثریت نے گناہ سے پرہیز کیا اور کسی کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے، اور بعض بعض صحابہ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اپنے اوپر حد قائم کرا کے یا توبہ کر کے گناہ سے پاک ہو گئے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ بفرض محال ولید کا نام لے کر بھی اس کو فاسق کہا گیا ہوتا

تو اس سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا کہ اس سے گناہ صادر ہوا اس لئے فاسق کہا گیا، لیکن جب تک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ وہ اپنے گناہ پر برابر قائم رہا اور اس نے توبہ نہیں کی تب تک اس آیت کو عدالت صحابہ کے مسئلہ کی مخالف آیت نہیں کہا جا سکتا، ہم آنحضرت ﷺ کی صحبت کو کسی طرح ایسی بے اثر چیز نہیں مان سکتے کہ وہ صدور گناہ کے بعد توبہ پر بھی مجبور نہ کرے۔

ناظرین! یہ تھی حقیقت اس دعوے کی کہ مسئلہ عدالت قرآن کے خلاف ہے، اب رہا اس مسئلہ کا احادیث کے خلاف ہونا، تو سنئے کہ صاحب نصائح نے اس مسئلہ کو احادیث حوض کوثر کے خلاف بتایا ہے، اور ہم پہلے شرح وبسط سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان احادیث میں صحابی کا کوئی ذکر نہیں ہے، لہذا ان کو عدالت صحابہ کی مخالف بتانا غلط ہے۔

صدیق اکبرؓ اور اکابر صحابہؓ کو غیر عادل ثابت کرنے کی ملعون کوشش

اس کے بعد صاحب نصائح نے اور اس کی تقلید میں خلیل داس نے وہ حرکت کی ہے جس سے ایک بار رافضیت بھی شرما جائے گی، یعنی ان دونوں نے یہ دعویٰ کیا کہ صحابہ ایک دوسرے کو غیر عادل سمجھتے ہیں، اور اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے سراسر جھوٹ اور فریب سے کام لیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے بڑا جھوٹ یہ لکھا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ اور اکثر انصار نے حضرت صدیق اکبرؓ سے حدیث "الائمة من قریش" کو قبول نہیں کیا۔ (اصحاب رسول ص ۴۵) سنی حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ صاحبِ نصائح اور اس کے مقلد یہ جھوٹ بول کر باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ اور اکثر انصار صدیق اکبرؓ کو العیاذ باللہ سچا اور عادل نہیں سمجھتے تھے، کیا صدیق اکبرؓ کی نسبت ایسا باور کرانا کھلی ہوئی رافضیت نہیں ہے؟ اور کیا اب بھی اس بات میں شک کی گنجائش باقی رہ گئی ہے کہ حضرت معاویہؓ پر لعن وطعن درحقیقت رافضیت کا پرچار ہے، اور اس کو آڑ بنا کر تمام صحابہ حتیٰ کہ صدیق اکبرؓ پر بھی حملہ کرنا مقصود ہے، اور کیا اب بھی کوئی شبہ ہے کہ خلیل داس شیعوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں؟

بہرحال اب آئیے کہ میں آپ کو صاحب نصائح کی خباثت اور اس کا سفید جھوٹ دکھاؤں، صدیق اکبرؓ نے یہ حدیث وفات نبویؐ کے بعد انصار کے اس مجمع

میں سنائی تھی جس میں صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کی تھی، یہ واقعہ مسند احمد میں اور اس کے حوالہ سے تاریخ الخلفاء ص ۴۸ میں مذکور ہے، اور اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے صدیق اکبرؓ سے یہ حدیث سن کر برجستہ کہا کہ **صدقت** (آپ نے سچ کہا) اور مان گئے کہ فرماں روایا (امیر) صرف قریش سے ہوگا، اور ہم انصار وزیر و مددگار رہیں گے، چنانچہ فرمایا **نحن الوزراء انتم الامراء**.

صاحبِ نصائح کا دوسرا سفید جھوٹ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن الزبیرؓ کی نسبت کہا کہ اس دشمن خدا نے غلط کہا (اصحاب رسول ص ۴۵) یہ ابن عباسؓ پر صریح افتراء ہے، اور یہ جھوٹ بھی ہے کہ ابن الزبیرؓ کا یہ خیال تھا کہ "وہ موسیٰ جن کا ساتھ خضر کا ہوا تھا وہ اسرائیلی نہ تھے" صحیح بخاری کتاب التفسیر میں صاف صاف مصرح ہے کہ یہ خیال نوف نامی کوفہ کے ایک واعظ کا تھا، اور اس کا نام لے کر اس کا یہ خیال حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا تو انھوں نے فرمایا **کذب عدو الله** (دشمن خدا نے غلط کہا)

صاحبِ نصائح کا تیسرا سفید جھوٹ یہ ہے کہ عباس وعلی وفاطمہ رضی اللہ عنہم پر بہتان باندھا ہے کہ انھوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت **نحن معاشر الانبياء لانورث** کا انکار کیا ہے، یعنی تسلیم نہیں کیا، حالانکہ صحیح مسلم ص ۹۰ جلد دوم، بخاری شریف ج ۱ ص ۴۳۶ میں مصرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ وعلیؓ سے صدیق اکبرؓ کی اس روایت کی نسبت پوچھا، کہ آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ ہاں، امام مسلم کے علاوہ ابن ابی الحدید نے کتاب السقیفہ سے جس کو شیعوں کے علامہ طوسی نے مصنفات شیعہ میں شمار کیا ہے (دیکھو فہرست طوسی ص ۳۰) نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ وعباسؓ کو

قسم دے کر پوچھا کہ آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لا نـورث مـا تـرکـنـاه صـدقـة فرمایا ہے تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہاں! دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۸۳۔

صاحب نصائح کی دروغ گوئی کی ایک اور مثال

صاحبِ نصائح ایک جگہ تو یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کی روایت لا نــــو رث کو تسلیم نہیں کیا، اور دوسری جگہ لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ جب کسی صحابی سے حدیث سنتے تھے تو اس سے حلف لیتے تھے، مگر حضرت ابوبکرؓ پر اتنا اعتماد تھا کہ ان سے حلف نہیں لیتے تھے، بتایئے صاحب نصائح کی ان دونوں باتوں میں سے کس کو سچ مانیں اور کس کو جھوٹ؟ سچ ہے ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد'' اسی طرح یہ بھی جھوٹ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں طعن کیا، اگر حامیانِ صاحبِ نصائح میں دم ہو تو حوالہ پیش کریں کہ حضرت علیؓ کا طعن کرنا کہاں مذکور ہے۔

صاحبِ نصائح نے دو چار باتیں اور بھی اسی طرح بلا سند اور بلا حوالہ کے لکھی ہیں، لہذا اس کے حامیوں کا فرض ہے کہ پہلے ان باتوں کی سند دکھائیں اور حوالہ بیان کریں، اس کے بعد صحابہ کرام پر حرف گیری کی جرأت کریں، نیز صاحبِ نصائح کے حامیوں کو یہ بھی بتانا چاہئے کہ کیا سہو و نسیان یا غلطی اور خطا سے بھی عدالت ساقط ہو جاتی ہے، اور فاسق ہونا لازم آتا ہے، اگر نہیں تو صاحبِ نصائح کا یہ کھلا ہوا فریب نہیں ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کر دیا کہ ''اگر یہ ان کی رائے کی کوشش کا نتیجہ ہے تو انھوں نے خطا کی ہے'' اسی طرح ایسے قصوں کو سند بنانا بھی کیا فریب نہیں ہے، جن میں یہ مذکور ہے کہ فلاں صحابی نے فلاں صحابی کی حدیث کو غلط

بتلایا، یا یہ کہا کہ انھوں نے غلط فرمایا، کیا روایت میں بھول چوک ہو جانا، یا پورے طور پر یاد نہ ہونے کی وجہ سے غلطی کا ہو جانا بھی ایسی بات ہے جس سے عدالت باطل ہوتی ہو، اگر نہیں تو ایسے قصوں کو اس بات کے ثبوت میں پیش کرنا کہ صحابہ ایک دوسرے کو عادل نہیں سمجھتے تھے خباثت کے سوا کیا ہے؟

فن حدیث کی بیخ کنی
اور محدثین پر حملہ

صاحبِ نصائح چاہے اور کچھ نہ جانتا ہو، مگر یہ ضرور جانتا ہے کہ جب تک احادیث رسول اللہ ﷺ کو مسلمان مانتے رہیں گے اور دنیا میں حدیث کا فن باقی رہے گا، اس وقت تک صحابہؓ کی عظمت کا ڈنکا بھی بجتا رہے گا، اس لئے اس کی اسلام دشمنی نے اس کو مجبور کیا کہ فن حدیث کو بھی بے اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ اس بحث کے آخر میں اس نے صاف صاف لکھ دیا کہ ''اکثر محدثین نے وہ واجب اور ضروری تحقیق چھوڑ دی جس کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے، وہ اس کی روایت بھی قبول کر لیتے ہیں جس کی نسبت اللہ نے اپنی کتاب میں فاسق ہونے کی خبر دی ہے، اور جس کو آنحضور صلعم نے بد بخت اور ملعون کہا ہے، اور جس کے دوزخی ہونے کی خبر دی ہے'' الخ (باختصار) (اصحاب رسول ص ۴۹۴)

سنی حضرات غور فرمائیں کہ جب اکثر محدثین کا یہ حال ہے کہ خدا کے حکم کے خلاف بے احتیاطی برت کر ''ملعونوں'' اور ''فاسقوں'' اور ''دوزخیوں'' کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ روایتیں موجود ہیں تو کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ حدیث کی کتابیں غیر معتبر ہیں اور محدثین کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اب بتائیے حدیث کو ماننے اور اس پر عمل کی کیا صورت ہے، اب تک تو یہ

صورت تھی کہ کسی مستند کتاب میں حدیث ہو یا کوئی محدث اس کو صحیح قرار دے تو وہ صحیح مان لی جاتی تھی، مگر اب نہ ان کتابوں کا اعتبار ہے نہ محدثوں کا، پھر صحیح غیر صحیح میں امتیاز کی اب کیا شکل ہے، چلئے اب مسلمانوں کا یہ قابل فخر کارنامہ بھی خاک میں مل گیا کہ انھوں نے اپنے نبی کی حدیثوں اور سنتوں کو بہت احتیاط سے جمع کیا تھا، اور دنیا کی کوئی دوسری قوم اس بات میں ان کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتی ۔

میں کیا کہوں اگر آج یہ دشمن اسلام زندہ ہوتا تو میں اس سے پوچھتا کہ جب اکثر محدثین خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے، اور ''ملعونوں'' اور ''دوزخیوں'' کی روایت کو صحیح قرار دیتے تھے تو انھیں محدثین کی کتابوں کا حوالہ دے دے کر تو نے اپنا نامۂ اعمال کیوں سیاہ کیا ہے۔

یہ بخاری، احمد، ابو داؤد طیالسی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، حاکم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، ابن عساکر، ابویعلی، ابن حبان اور ابن عبد البر وغیرہ کون ہیں، محدث ہی تو ہیں، ان میں سے کسی کا نام لے کر تو کہہ سکتا ہے کہ اس نے تیرے نام نہاد ملعونوں اور دوزخیوں (خاکت بدہن) کی روایتوں کو صحیح نہیں کہا ہے، اور ان کی روایتیں اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں، اکثر محدثین یا کثیر محدثین کا لفظ بھی تو دھوکہ دینے کے لئے بولتا ہے تاکہ یہ کہہ سکے کہ میں سب کو نہیں کہتا، مگر جن لوگوں کو تو ملعون اور دوزخی کہتا ہے ان کی روایتوں کی تصحیح تو بلا استثناء سب محدثین کرتے ہیں، لہذا تیری چوٹ سب پر ہونی چاہئے، گو دغا بازی سے لفظ اکثر ہی کا استعمال کرے۔ پھر خواہ تو دکھانے کے لئے محدثین کا لفظ بولے مگر واقعہ یہ ہے کہ تو نے یہ حملہ امام اعظم پر بھی کیا ہے، اور امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ پر بھی، اس لئے کہ ان تمام ائمہ اسلام نے ان لوگوں کی روایتیں قبول کی ہیں، اور آج بھی ان کے مسانید و مصنفات میں وہ

روایتیں موجود ہیں، کاش تیرے آنکھیں ہوتیں تو میں تیرے سامنے ایک نقشہ رکھ کر پوچھتا کہ بتا تیرے اس ناپاک حملے سے کون بچا ہے، اور تیرے اندر دیانت وایمان کا ایک ذرہ بھی ہوتا تو یہ بھی پوچھتا کہ یہ چاروں امام جن کی پیروی دنیا کے تمام مسلمان بارہ تیرہ سو برس سے کرتے آئے ہیں وہ اور نیز بخاری و مسلم تو مسلمانوں کے بدخواہ تھے، اہل بیت کے دشمن تھے، اور سخت ناواقف تھے کہ جس کو خدا نے فاسق کہا اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون یا دوزخی یا جہنم کی طرف بلانے والا کہا ہے، ان لوگوں نے ان کی روایتوں کو پھیلایا اور ان کو صحیح بتایا اور ایسوں کی روایتوں پر مسلمانوں سے عمل کرایا، نیز ان کو خدا اور رسول کے کہے کے خلاف عادل باور کرایا، اور تیرہ سو برس کے بعد ایک تو مسلمانوں کا بڑا خیر خواہ یا ان سب ائمہ سے زیادہ علم والا یا ان سے زیادہ متدین و محتاط پیدا ہو گیا!

فضائل صحابہؓ

خلیل داس کی کتاب ''اصحاب رسول'' کا ایک جلی عنوان یہ بھی ہے، اس عنوان کے تحت میں وہ لکھتے ہیں ''اب ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان بعض آیات اور احادیث کو پیش کئے دیتے ہیں جو اصحاب رسول میں سے ایک گروہ کے فضائل پر دلالت کرتی ہیں، اور یہ بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کی جلالت قدر پیش خدا کیا ہے، اور کس قدر ہے، جس کی وجہ سے ان کی توقیر واحترام واجب ہے، ان سے محبت کرنا واجب ہے، اور ان کی گفتار و کردار سے حسن عقیدت رکھنا واجب ہے۔'' (ص ۵۶)

اس کے بعد انھوں نے آٹھ آیتیں نقل کی ہیں جن میں اس وقت صرف تین آیتوں کو لے کر خلیل داس سے میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں:

(۱) لقد رضی اللہ عن المومنین الآیۃ کو ذکر کر کے انھوں نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ میں جن مومنین کا ذکر آیا ہے وہ اصحاب بیعۃ الرضوان ہیں جب ان حضرات نے .... رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اپنی جانیں قربان کرنے کی بیعت کی تو اس وقت اللہ پاک نے ان کو اپنی رضا اور خوشنودی کے ساتھ مخصوص فرمایا (ص ۶۴)

(۲) آیت محمد رسول اللہ و الذین معہ الآیۃ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ سب ان لوگوں کی شان میں وارد ہوا ہے جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے (ص ۶۸)

(۴) لا يستوي منكم من انفق الآية کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اللہ پاک ان دونوں مجاہد جماعتوں سے جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد جہاد کیا، نیکی کا وعدہ فرماتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سابقین بالحسنیٰ پر آتش دوزخ حرام ہے (ص ۷۰)

اب میں خلیل داس سے پوچھتا ہوں کہ جب اصحاب بیعۃ الرضوان کو اللہ نے اپنی رضا و خوشنودی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، اور جب صلح حدیبیہ سے پہلے کے مسلمان ہونے والوں کے حق میں آیت محمد رسول الله و الذين معه الآية، نازل فرمائی ہے جس میں ان کی مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ ہے، اور جب فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد جہاد کرنے والے صحابیوں پر آتش دوزخ حرام ہے، تو بتایئے کہ آپ نے حضرت عمرو بن العاص حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہم) کو اشرار و منافقین میں کیوں شمار کیا (دیکھو اصحاب رسول ص ۸۱) یا نار کی طرف بلانے والا یا دوزخی کیوں کہا؟ (اصحاب رسول ص ۴۹) یا ان کو عادل ماننے سے انکار کیوں کیا؟ (اصحاب رسول ص ۵۵) کیا آپ کا یہ فعل ان آیات کی تکذیب اور ان کو جھٹلانا نہیں ہے، خدا کے لئے حضرت معاویہؓ کی دشمنی میں قرآن پاک کو تو نہ جھٹلایئے، اگر آپ کو معلوم نہیں ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ تینوں حضرات صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہو چکے ہیں اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد جہاد کر چکے ہیں، اور حضرت مغیرہؓ بیعۃ الرضوان میں بھی شریک تھے۔

حافظ ابن عبد البر استیعاب میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی نسبت لکھتے ہیں:

اسلم سنة ثمان قبل الفتح پھر لکھتے ہیں كان قدومهم علیٰ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرين بين الحديبية و خيبر (ص ۴۳۴ ج ۲) یعنی حضرت عمروؓ فتح مکہ

سے پہلے ۸ھ میں مسلمان ہوئے اور حدیبیہ اور خیبر کے درمیان مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور ص ۴۳۵ ج ۲ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ ذات السلاسل میں ان کو امیر لشکر بنایا درآں حالیکہ اس غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے، اور اسی کتاب میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی نسبت مذکور ہے: **اسلم عام الخندق و قدم مهاجراً** (ص ۲۵۰ ج ۱) خندق کے سال مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے، **و قيل ان اول مشاهده الحديبية** (ص ۲۵۰ ج ۱) اور کہا گیا ہے کہ سب سے پہلا موقع جس میں وہ شریک ہوئے حدیبیہ کا موقع ہے۔

حضرت مغیرہؓ کا حدیبیہ میں شریک ہونا جس میں بیعۃ الرضوان واقع ہوئی ہے، صحیح بخاری کتاب الشروط میں مصرح ہے۔

اور ترمذی میں ہے کہ سمرہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز کسوف ادا کی تھی، اور عہد نبویؐ میں نماز کسوف کا واقعہ ۶ھ میں پیش آیا تھا، جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے، لہذا حضرت سمرہؓ بھی صلح حدیبیہ کے پیشتر مسلمان ہوئے تھے۔

صاحبِ نصائح کی ایک اصولی غلطی، یعنی قرآن کی شہادت کے مقابلہ میں تاریخوں کی رطب ویابس روایات کو ترجیح دینا

اصل یہ ہے کہ صاحبِ نصائح سے ایک زبردست اصولی غلطی صادر ہوئی ہے، اور خلیل داس بھی اس کی تقلید میں اسی غلطی کا اعادہ کررہے ہیں، اہل علم واہل ایمان کا ایک متفق علیہ اصولی عقیدہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی شہادت حتمی وقطعی ہے، اور تاریخ کی کتابوں کا کوئی بیان خواہ اس کی سند کتنی ہی ٹھوس ہو، قرآن کی شہادت کے مقابلہ میں قابل سماعت اور لائق التفات نہیں ہے۔

لہذا جب کبھی تاریخ کی کتابوں کا بیان قرآن سے ٹکراتا ہو، تو ہمیشہ یہی کرنا لازم وواجب ہے کہ قرآن کی تصدیق کی جائے، اور تاریخ کا بیان ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے، یا تاویل ممکن ہو تو تاویل کرلی جائے، مگر صاحبِ نصائح ایسا غلط کار اور قرآن پر اس کا ایمان اتنا کمزور ہے کہ وہ اس کے برعکس تاریخ کے بیان کو متواتر، قطعی اور حتمی مان کر قرآنی شہادتوں میں تاویل اور تحریف کی کوشش کرتا ہے۔

چنانچہ اس کی ایک عبارت کا ترجمہ خلیل داس کرتے ہیں کہ کیا ہمارے لئے کبھی جائز ہوسکتی ہے کہ اصحاب رسول میں سے بعض نے جو باوجود صحابی ہونے کے بغاوت کی، جھوٹ بولا، خون ناحق کیا، ......اور جس کے افعال قبیحہ ہمارے نزدیک صحیح ہیں، ثابت ہیں بلکہ متواتر ہیں ......ان تمام حقائق ودلائل کی طرف سے بہرے اور

گونگے بن جائیں، اور اسی ضد اور ہٹ دھرمی کے اوپر اڑے رہیں کہ نہیں وہ تو صحابی تھا"(اصحاب رسول ص ۵۲ باختصار)

یعنی تاریخی بیانات اس کے نزدیک ایسے متواتر اور قطعی ہیں، کہ ان کو ماننا لازم ہے، مگر قرآن پاک کی یہ شہادت جس کا خود اس نے بھی اقرار کیا ہے کہ اصحاب بیعۃ الرضوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے ساتھ مخصوص فرمایا، اس کے نزدیک العیاذ باللہ لائق تسلیم نہیں ہے، چنانچہ اس شہادت کو اس نے یوں جھٹلا دیا کہ مغیرہؓ بن شعبہ کو جو شریک واقعہ حدیبیہ تھے، اشرار منافقین میں شمار کیا۔

قرآن کے مقابل میں مورخوں کے بیان کی کوئی وقعت نہیں

صاحبِ نصائح تو مورخوں کے بیان کو متواتر قرار دے کر اس پر قرآن سے زیادہ اعتماد کرتا ہے، مگر ائمہ اسلام ہر حال میں قرآنی شہادت پر اعتماد کرنے کو ایمان کی بات بتاتے ہیں، شفاء شریف میں ہے:

ومن توقيره و بره عليه الصلاة و السلام توقير اصحابه ...... و الاضراب عن اخبار المورخين و جهلة الرواة كالرافضة و ضلال الشيعة و المبتدعين القادحة في احد منهم، وان يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلک كان بينهم من الفتن احسن التاويلات و يخرج لهم اصوب المخارج اذهم اهل لذلک (شرح شفا ص ۸۸، ۸۹۔ ج ۲)

اور آنحضرت ﷺ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ کے اصحاب کی توقیر کرے، اور مورخین نیز جاہل راویوں مثلاً رافضیوں اور گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کے ایسے بیانات سے منہ پھیرے جن سے صحابہ کی شان میں قدح لازم آتی ہو، اور ایسی نقلوں کی کوئی عمدہ تاویل ڈھونڈے، اور کوئی درست محمل نکالے، اس لئے کہ صحابہ اسی کے اہل اور مستحق ہیں۔

ملا علی قاری نے شرح شفا میں اسی مقام پر لکھا ہے کہ اس باب میں مورخوں کا

اکثر بیان غلط اور صریح جھوٹ ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

واعراض و اضراب از اخبار مورخین و جہلۂ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر مثالب و معائب و قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب و افترا است وطلب کردن و التماس نمودن دراں چہ نقل کردہ شدہ است ،از ایشاں از مشاجرات و محاربات احسن تاویلات و اصوب مخارج از جہت ایشاں اہل آں۔ (مدارج ص ۳۵۷)

اور مورخوں نیز ان جاہل راویوں، گمراہ و غالی شیعوں اور بدعتیوں کے بیانات سے روگردانی کرنا، جو صحابہ کے مطاعن وعیوب اور قدح کی باتیں اور لغزشیں ذکر کرتے ہیں جن میں اکثر جھوٹ اور بہتان ہیں اور صحابہ کی جولڑائیاں اور جھگڑے نقل کئے جاتے ہیں ان کی اچھی تاویل اور درست محمل تلاش کرنا اس لئے کہ وہ اسی کے اہل تھے۔

آگے فرماتے ہیں:۔

بلکہ ذکر حسنات و فضائل و حمائدو صفات ایشاں وسکوت و اغماض از ورائے آں از جہت آں کہ صحبت ایشاں باآنحضرت یقینی است ،و ما ورائے آں ظنی و کافی است دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیب خود را گر از بعضے از

بلکہ صحابہ کے فضائل اور پسندیدہ اوصاف اور نیکیوں کو ذکر کرنا چاہئے، اور اس کے ماسوا سے سکوت اور چشم پوشی کرنا چاہئے، اس لئے کہ ان کا صحابیٔ رسول ہونا، قطعی ویقینی ہے، اور اس کے ماسوا ظنی ہے اور اس باب میں یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان

ایشاں تقصیرے در حقوق اہل بیت وغیر آں واقع شدہ است امید است کہ ہم شفاعت آنحضرت ازاں درگذرند طریقۂ اہل سنت و جماعت دریں این است (ص ۳۵۷)

کو اپنے حبیب کی صحبت کے لئے انتخاب کیا تھا، اور ان میں سے کسی سے کوتاہی اہل بیت کے حق میں ہو گئی ہو تو وہ بھی آنحضرت ؐ کی شفاعت سے امید ہے کہ معاف ہو جائے گی، اس باب میں اہل سنت والجماعت کا یہی طریقہ ہے۔

حضرت شیخ یہی بات تکمیل الایمان میں یوں لکھتے ہیں:

بعد از تسلیم صحت آں اخبار ازاں اغماض کنند وتغافل ور زند وگفتہ نا گفتہ شنیدہ ناشنیدہ انگارند، زیرا کہ صحبت ایشاں با پیغمبر ﷺ یقینی است ونقلہائے دیگر ظنی، وظن با یقین معارض نگردد ویقینی بظنی متروک نہ شود (تکمیل الایمان ص ۶۹)

یعنی (معائب صحابہ کے متعلق) وہ بیانات اور خبریں (جو مورخ بیان کرتے ہیں) صحیح بھی مان لئے جائیں تو بھی ان سے چشم پوشی وتغافل اختیار کریں، اور کہی کو ان کہی اور سنی کو ان سنی خیال کریں، اس لئے کہ صحابہ کی صحبت آنحضرت ﷺ کے ساتھ یقینی ہے، اور دوسری نقلیں (بیانات) ظنی ہیں، اور ظنی یقینی کا معارض نہیں ہوسکتا، اور یقینی چیز ظنی کی بنیاد پر چھوڑی نہیں جا سکتی۔

اور بعینہ یہی بات بغیۃ الرائد ص ۹۶، ۹۷ میں بھی ہے۔

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم ص ۲۲۳ میں فرماتے ہیں کہ

ایک دین دار کا کام یہ ہے کہ حضرات صحابہ کی نسبت یہ اعتقاد کرے کہ وہ آخر دم تک انھیں نیک حالات اور پسندیدہ صفات پر قائم رہے جو عہد نبوی میں ان کو حاصل تھے،

اور اگر اسکے خلاف کوئی بات نقل کی جائے، تو اس کی سند کی تحقیق کرے، اگر سند کمزور ہو تو اس کو رد کرے، اور اگر سند کمزور نہ ہو تو بھی چونکہ وہ روایت آحاد ہے، اور صحابہ کی عدالت وفضیلت متواتر ہے، اور اس کی شہادت نصوص نے دی ہے، اس لئے روایت آحاد اس میں قدح نہیں پیدا کرسکتی، علامہ کی اصل عبارت زیر عنوان (تمام صحابہ عدل ہیں) نقل ہوچکی ہے۔

اب اخیر میں میں مشائخ صوفیہ میں سے ایک جلیل القدر شیخ کا مقولہ نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں، حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا ہے۔

لم یومن بالرسول من لم یوقر اصحابہ و لم یعز ز أوامرہ (شرح شفاء شریف ص ۹۷، ج ۲)

جو صحابہ کی توقیر نہ کرے اور آنحضرت ﷺ کے احکام کا احترام نہ کرے اس کا رسول ﷺ پر ایمان نہیں ہے۔

صحابہؓ پرحرف گیری کا موقع نکالنے کے لئے آیات واحادیث کی ناجائز تاویل

صاحب نصائح نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ جن قصوں اور افسانوں کی بنیاد پر صحابہ کرامؓ کو مطعون کررہا ہے، ان قصوں کو قرآنی شہادتوں کے مقابل میں کوئی مسلمان صحیح نہیں سمجھے گا، تو اس نے صحابہ کی دشمنی میں آیات واحادیث کی تحریف بھی ضروری سمجھی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب بیعۃ الرضوان کو اپنی رضا وخوشنودی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا، اسی طرح وہ صحابہ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے یا فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا یا جہاد کیا ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ خود صاحب نصائح کو بھی اس کا اقرار ہے۔ (دیکھو اصحاب رسول ص ۶۴، ۷۰) تو جن لوگوں سے اللہ راضی ہو چکا یا جن سے جنت کا وعدہ کیا، ظاہر ہے کہ ان کی بدگوئی کرنا قرآن کی مخالفت ہے، مگر صاحب نصائح اپنی بدبختی سے ان میں سے بعض کی کھلم کھلا بدگوئی کرتا ہے، جیسے عمرو بن العاصؓ، مغیرہؓ بن شعبہ، اور وہ خوب سمجھتا ہے کہ میری یہ حرکت قرآن کریم کی مخالفت ہے، مگر چونکہ وہ بعض مورخوں کے بیان کو وحی سے بھی زیادہ یقینی جانتا ہے اور اسی پر اس کا ایمان صریح ہے اس لئے ان بیانوں کے جھٹلانے کے بجائے اس کو یہی آسان معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی تحریف کرے، چنانچہ اس نے صاف صاف لکھ دیا کہ:

''اس طرح کی وہ تمام آیتیں جو اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں اور وہ تمام حدیثیں بھی جو گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہیں، نیز دیگر حدیثیں بھی جیسا کہ حضور کا یہ ارشاد گرامی کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہوئے یعنی اہل بدر کے انجام بخیر ہونے کی مجھے خبر دیدی، یہ تمام آیات واحادیث انجام بخیر ہونے اور آخر وقت تک دین خدا پر قائم اور مستقیم رہنے کے ساتھ مشروط ہیں۔ (اصحاب رسول ص ۸۷)

یعنی خدا تو بلا کسی شرط کے فرماتا ہے کہ ''اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا، جس وقت کہ اے رسول آپ سے وہ بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے'' اور صاحب نصائح زبردستی اس کو مشروط قرار دیتا ہے، حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کے مشروط ہونے کی ایک بھی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کے برخلاف صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ خدا کی یہ خوشنودی بلا شرط ہے، چنانچہ فتح الباری میں مسلم کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:

لا یدخل النار احد من اصحاب الشجرۃ (ص ۳۱۲، ج ۵)	اصحاب الشجرۃ یعنی اصحاب بیعۃ الرضوان میں سے ایک شخص بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

اور مشکوٰۃ شریف میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:

کلھم مغفور الا صاحب الجمل الاحمر (ص ۵۶۱)	یعنی شرکائے حدیبیہ سے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کی مغفرت ہو گئی بجز سرخ اونٹ والے (یعنی عبداللہ بن ابی) کے۔

دیکھئے خدا بلا شرط خوشنودی کی خبر دیتا ہے، اور خدا کے رسول ﷺ فرداً فرداً ہر شریک حدیبیہ مومن کے حق میں فرماتے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا، اور اس کی

مغفرت ہو چکی ہے۔ اور صاحب نصائح خدا اور رسول کے مقابلہ میں یہ کہتا ہے کہ نہیں خدا کی خوشنودی مشروط ہے۔

اور اس سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تو اہل بدر کی نسبت قطعی طور پر بلا شرط وقید یہ فرمایا: **لعل الله اطلع علیٰ اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة** (**صحيح بخاری باب فضل من شهد بدراً**) اور فتح الباری میں امام احمد وابو داؤد وابن ابی شیبہ کے حوالہ سے یہ ارشاد نبوی منقول ہے: **ان الله اطلع علیٰ اهل بدر اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم** اور اسی میں بحوالہ مسلم منقول ہے کہ **لا يدخل النار احد شهد بدراً**.

پہلی دونوں حدیثوں کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے اہل بدر کی طرف التفات فرما کر کہا کہ تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے یا بہ تحقیق میں نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

اور تیسری حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو بدر میں شریک ہوا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

دیکھئے اہل بدر کے لئے کتنا صاف ارشاد ہے کہ جو چاہو کرو تمھارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے، مگر صاحب نصائح کہتا ہے کہ نہیں ان کی بھی مغفرت شریعت پر استقامت کے ساتھ مشروط ہے، لیکن ہمت کر کے یہ نہیں بتاتا کہ یہ شرط کہاں مذکور ہے۔

کیا یہ خدا اور رسول کے ساتھ صریح معارضہ و مقابلہ نہیں ہے اور کیا صحابہ کے ساتھ دشمنی کے سوا اس کا اور بھی کوئی منشا ہو سکتا ہے۔

صاحب نصائح یہ معارضہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اگر کسی بدری یا شریک

حدیبیہ صحابی کی کسی لغزش کا ذکر تاریخوں میں مل گیا تو وہ اس کی بھی بدگوئی کرے گا، اور اس کے بھی جنتی و مغفور ہونے کو نہ مانے گا، اور یہ کہہ دے گا کہ یہ دعویٰ و بشارت استقامت کے ساتھ مشروط ہے، اور اس صحابی میں یہ شرط نہیں پائی گئی۔

لیکن ایک مسلمان اس سے پوچھ سکتا ہے کہ اہل بدر و اہل بیعۃ رضوان کی مغفرت اور ان کے لئے وجوب جنت اگر استقامت کے ساتھ مشروط ہے، تو اللہ نے ایک کے حق میں یہ کیوں کہا کہ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے، اور دوسری جماعت کے ہر ہر فرد کے حق میں رسول پاک ﷺ نے یہ خبر کیوں دی کہ وہ دوزخی نہیں ہوسکتا، جب کہ بقول صاحب نصائح ان میں سے بعض بعض العیاذ باللہ دوزخی ہوں گے، کیا رسول خدا ﷺ کی خبر غلط ہوسکتی ہے اور کیا اس کو غلط ماننے والا مسلمان ہوسکتا ہے؟

یہ ہے صاحب نصائح کے ایمان کی حقیقت! اب سنو مسلمانوں کا کیا ایمان ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ارشاد **اعملوا ما شئتم** (جو چاہو کرو) تشریف و تکریم کے لئے ہے، اور مراد یہ ہے کہ آئندہ جو کوئی بات ان سے سرزد ہوجائے گی اس کا مواخذہ نہ ہوگا اور یہ بات ان کے ساتھ مخصوص ہے۔

ای کلما عملتموہ بعد ھذہ الواقعۃ من ای عمل کان فھو مغفور (ص ۲۱۶، ج ۷)

یعنی اس واقعہ بدر کے بعد جو بھی کام کرو گے سب بخشا ہوا ہے۔

اور یہ ارشاد گرامی اسی نوع کا ہے، جس نوع کا حضرت عثمانؓ کے باب میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے: **ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم** یعنی جب حضرت عثمانؓ نے جنگ تبوک کا ساز و سامان درست فرما دیا تو حضرت نے فرمایا کہ

آج کے بعد عثمان جو بھی کر گزریں گے ان کے حق میں مضر نہ ہو گا، وہ ان کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گا۔

ایک دوسرے طریقہ سے اس کو یوں سمجھئے کہ جب اصحاب شجرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بلا استثناء یوں فرمایا کہ **لقد رضي الله عن المومنين اذ يبايعونك تحت الشجرة** یعنی بلا استثناء ان سب مومنین سے راضی ہو چکنے کی خبر دی، اور اس کو لام موطئہ للقسم اور لفظ قد اور صیغۂ ماضی کے ساتھ ذکر فرمایا، اسی طرح جنگ تبوک میں شریک ہونے والے مہاجرین اور انصار کے حق میں فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، تو ان تمام مومنین کے لئے خدا کی رضا و خوشنودی قطعی طور پر ثابت و محقق ہو گئی، اب اگر کوئی شخص ان میں سے کسی صحابی کو نکالنا چاہتا ہے تو اس کو لازم ہے کہ یا تو خدا کے کلام میں اس کا استثناء دکھائے یا جیسی قطعی خوشنودی کے ثبوت کی دلیل ہے ویسی ہی قطعی دلیل سے ثابت کرے کہ اللہ اس صحابی سے خوش ہونے کے بعد ناخوش ہو گیا، محض مورخین کے جھوٹے سچے بیانات پر قرآن کی قطعی شہادت کو رد کرنا ایماندار کا کام نہیں ہے۔

نیز یہ بشارتیں بہ صیغۂ ماضی ہیں لہذا یہ کہنا کہ یہ بشارتیں مشروط بشرط استقامت ہیں بے معنی بات ہے۔

اور اگر کسی کے دل میں یہ شیطانی وسوسہ پیدا ہو کہ بالفرض ان میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو بھی اللہ کی خوشنودی اس کے لئے ثابت رہے گی، تو عرض ہے کہ جس جماعت کے حق میں خدا نے قطعی طور پر فرمایا کہ میں ان سے راضی ہو گیا یا وہ مجھ سے راضی ہو گئے، ناممکن ہے کہ اس جماعت میں سے کوئی مرتد ہو۔

خدا تعالیٰ عالم ما کان و ما یکون ہے، وہ جس کی نسبت جانتا ہے کہ

مرتد ہو جائے گا، اس کے حق میں اپنی خوشنودی کا اعلان ہرگز نہ کرے گا، یا یوں کہہ لیجئے کہ جس جماعت میں وہ شامل ہے، اس جماعت کے لئے بلا استثناء اپنی خوشنودی کو ثابت نہ کرے گا۔

حضرت معاویہؓ کی صحابیت

حضرت معاویہؓ کا صحابی ہونا ایسی مشہور و متواتر بات ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے کسی خاص حوالہ کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی عوام کی واقفیت کے لئے اتنا بتاتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۶۲ میں، ابو بشر دولابی نے کتاب الکنی ۷۹/۱ میں، ابن سعد نے طبقات ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۸ میں، ابن الاثیر نے اسد الغابہ ۳۵۸/۴ میں، ابن عبدالبر نے استیعاب ۲۵۳/۲ میں، حافظ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ ص ۸۹، اور تذکرۃ الحفاظ ص ۴۴ میں بضمن نبلاء صحابہ جن کی روایات صحاح میں ہیں، حافظ ابن حجر نے اصابہ ۱۲/۶، اور تہذیب ۲۰۷/۱۰ و تقریب ص ۳۵۷ و فتح الباری ۸۰/۷ میں، صاحب تیسیر الوصول نے ص ۳۶۰ میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۰ میں، مصنف مشکوۃ نے اکمال ص ۱۳ میں، علامہ عینی نے عمدۃ القاری ۴۳۴/۱ میں، شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء ص ۱۴۶ میں، عامری نے الریاضۃ المستطابۃ ص ۶۶ میں، شیخ متقی نے کنز العمال ۱۹۰/۶ میں، علامہ زرقانی نے شرح مواہب شریف ۳۲۳/۳ میں اور علامہ ابن خلدون نے تاریخ ۱۸۸/۲ میں اور حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء نے (جیسا کہ فوائد الفوائد ص ۱۷۹ میں ہے) ان کے صحابی ہونے کی تصریح کی ہے، اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ابن عم رسول حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے صحابی ہونے کا اعلان کیا ہے، صحیح بخاری ج ۱ میں ہے: **فانہ قد صحب النبی** صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح معافی بن عمران جن کو امام سفیان ثوری یاقوتۃ العلماء کہتے تھے، انھوں نے بھی حضرت معاویہؓ کے صحابی ہونے کی تصریح کی ہے، دیکھو شفاء

شریف مع شرح خفاجی ۴۳۰/۳، اور خالد بن معدان جو ایسے باخدا بزرگ اور جلیل القدر تابعی ہیں کہ امام اوزاعی بھی ان کی تعظیم کرتے تھے، حضرت معاویہؓ کی نسبت فرمایا ہے: صحب النبي صلی اللہ علیہ وسلم و کتب له (اصابہ ۱۱۳/۲) اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ محققین اہل سنت نے حضرت معاویہؓ کے حق میں بدگوئی کرنے کو حرام کہا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ معاویہ بن سفیانؓ یکے از اصحاب آنحضرت ﷺ و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوئے ظن نکنی و در ورطۂ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی'' (ازالۃ الخفاء ص ۱۴۶)

جاننا چاہئے کہ حضرت معاویہؓ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑی فضیلت کے حامل تھے، ان کے حق میں ہرگز بدگمانی اور ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا، تاکہ حرام کے مرتکب نہ ہو۔

اور موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد و نسائی، مستدرک حاکم، سنن دارقطنی، و ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد و طیالسی، سنن دارمی، معانی الآثار طحاوی، موطا امام محمد، مشکوۃ، اور تمام مجامیع احادیث میں جس طرح دوسرے صحابہ کی روایت کردہ حدیثیں مذکور ہیں، اسی طرح حضرت معاویہؓ کی بیان کی ہوئی حدیثیں جو انھوں نے رسول خدا ﷺ سے سنی ہیں مذکور ہیں، کسی بھی امام یا محدث نے حضرت معاویہؓ کی روایات کو قبول کرنے اور اس کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کیا۔

حضرت معاویہؓ کی غلطی اجتہادی غلطی تھی

جملہ محققین اہل سنت نے حضرت

معاویہؓ کی غلطی کو اجتہادی غلطی اور حضرت علیؓ سے ان کی مخالفت کو شبہ پر مبنی قرار دیا ہے، اس مدعا کے ثبوت میں ان محققین کے اقوال اور کتابوں کی عبارتیں اپنی اطلاع کے مطابق اگر بالاستیعاب نقل کروں تو ناظرین گھبرا اٹھیں گے، اس لئے تطویل سے بچنے کے لئے معدودے چند اقوال اور عبارتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) شیخ الاسلام فضل اللہ تورپشتی عقائد کی مشہور کتاب ''معتمد'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''چوں گوئیم کہ صحابہ در قتال علی از روئے اجتہاد خطا کردند خصم را خود مجال طعن نباشد، چہ مجتہد بخطا ماخوذ نیست، و اکثر علماء اہل سنت مخطیان صحابہ را در قتال امیر المومنین علی باسرہم ازیں قسم شمردہ اند'' (ص۲۰۰)

جب ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ساتھ قتال صحابہؓ کرام کی اجتہادی غلطی تھی، تو مخالف کو اب اس میں طعن نہ کرنا چاہئے، کیونکہ مجتہد سے اس کی خطا پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور اکثر علماء نے حضرت علی کے ساتھ قتال کی اجتہادی غلطی کرنے والے صحابہ کو اسی قسم میں شمار کیا ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں:

''و ہر آنکہ عمرو بن عاص و معاویہ و امثال ایشاں را از صحابہ رضی اللہ عنہم از بہر صحبت رسول احترام نکند کم ازاں نباشد کہ از بہر حرمت اسلام زباں ازیشاں باز گیرد۔ (ص۲۰۱)

اگر کوئی شخص حضرت عمرو بن عاص، حضرت معاویہ اور ان جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے احترام نہ کرے، تو کم از کم اسلام کی حرمت کی خاطر ان کی شان میں زبان دارزی سے باز رہے۔

(۲) حضرت غوث پاک قدس سرہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

ومن قاتله من معاوية وطلحة والزبير طلبوا ثأر عثمان خليفة حق المقتول ظلماً والذين قتلوه كانوا في عسكر علي فكل ذهب إلى تأويل حسن فأحسن أحوالنا الامساك في ذلك وردهم إلى الله عزوجل . (ص١٩٠)

حضرات معاویۃ، طلحہ، اور زبیر (رضي اللہ عنہم) وغیرہ جن حضرات نے حضرت علیؓ سے قتال کیا، تو انھوں نے خلیفۂ شہید و برحق حضرت عثمانؓ کا خون بہا طلب کیا تھا، اور جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ حضرت علیؓ کی فوج میں تھے، لہذا ہر ایک نے تاویل حسن کا راستہ اختیار کیا، لہذا ہمارے لئے بہتر طریقہ اور راستہ یہ ہے کہ اس میں خاموشی اختیار کریں، اور ان کے معاملے کو اللہ کے حوالے کردیں۔

(۳) محقق ابن ہمام اور ان کے شاگرد کمال بن ابی شریف مسامرہ ومسایرہ میں فرماتے ہیں:

وماجرى بين معاوية و علي رضى الله عنهما من الحروب بسبب تسليم قتلة عثمان رضى الله عنه لمعاوية ومن معه لمابينهما من بنوة العمومة كان مبنياً على الاجتهاد من كل منهما لا منازعة عن معاوية

حضرت معاویہؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین خاندانی تعلق کی وجہ سے، قاتلین عثمانؓ کو حضرت معاویہؓ کے حوالے کرنے کے مسئلے پر حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، وہ ان دونوں حضرات کے اجتہاد کی بنیاد پر تھیں، خلافت کے باب میں

رضي الله عنه في الامامة (ص ۰۰۰)

حضرت معاویہؓ کی کشمکش کا نتیجہ نہیں تھیں۔

(۴) ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے تشریح سے نقل کیا ہے:

وكان غاية أمره البغي بالشبهة وإنما بغى وخرج على علي بحكم فتوى عائشة وطلحة وزبير فوقع في إجتهاد هم الخطأ وتاب ورجع بعده (ہدایۃ السعداء قلمی نسخہ دارالعلوم ندوہ)

اور حضرت معاویہؓ کے معاملے کو زیادہ سے زیادہ شبہہ کی بنا پر بغاوت کہا جا سکتا ہے، اور حضرت علیؓ کے خلاف خروج انھوں نے حضرات عائشہ وطلحہ و زبیر (رضي الله عنهم) کے فتوے کی بنیاد پر کیا تھا، پس ان کے اجتہاد میں خطا واقع ہوگئی، اور پھر انھوں نے توبہ ورجوع کیا۔

اور مناقب السادات میں لکھتے ہیں:

معاویہ باغی مأول بود والمأول لیس بکافر ولا فاسق (دیکھو نسخہ دارالعلوم ندوہ)

حضرت معاویہؓ تاویل کی بنیاد پر باغی تھے، اور تاویل والا کافر اور فاسق نہیں ہوتا۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء ص ۲۸۰ میں لکھتے ہیں:

اما آنکہ معاویہ مجتہد مخطی معذور بود پس ازآنجہت کہ متمسک بود بشبہ ہرچند دلیل دیگر در میزان شرع راجح ترازاں برآمد مانند آنچہ در قصۂ اہل

بہر حال یہ کہ حضرت معاویہؓ مجتہد و معذور بر خطا تھے، مگر اس حیثیت سے کہ شبہہ پر کاربند تھے، ہر چند کہ میزان شریعت میں اس سے زیادہ

جمل تقریر کردیم بازیادت اشکال وآں آنست کہ معاویہ واہل شام بیعت نکردہ بودند وی دانستند کہ تمامی خلافت بتسلط ونفاذ حکم است وآں متحقق نشد بازامر تحکیم آں شبہ راراسخ تر نمود ودر حدیث صحیح آمدہ دعواھماواحدۃ۔

وزن دار دوسری دلیل موجود تھی، جیسا کہ میں اہل جمل کے واقعے میں مزید اشکالات کے ساتھ بیان کر چکا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور شامیوں نے بیعت نہیں کی تھی، انھوں نے یہ سمجھا کہ خلافت کی تکمیل اقتدار اور حکم کے نفاذ سے ہوتی ہے، اور یہ حاصل نہ تھا، اور پھر تحکیم کے واقعے نے اس شبہہ کو اور تقویت پہنچا دی، حدیث صحیح میں ہے کہ ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔

(٦) علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

وهو أن كلاأداه اجتهاده الى ان الحق مافعله فتعين عليه وإن كان أخطأ كمعاوية مع علي فإنه مصيب باتفاق أهل الحق ومعاوية ماجور وإن أخطأ” (٧/٤٥)

ہر ایک کو اس کے اجتہاد سے معلوم ہوا کہ حق وہ ہے جو انھوں نے کیا ہے، لہذا ان کے حق میں وہی کرنا متعین تھا، خواہ خطا ہی کیوں نہ ہو، جیسے حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ قتال کرنا، کیونکہ اس میں اہل حق کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے، اور حضرت معاویہؓ بھی مستحق اجر ہیں اگر چہ وہ خطا پر تھے۔

(٧) علامہ خفاجی شرح شفا شریف میں ج ٣ ص ١٦٦ میں فرماتے ہیں:

وهذاهو الذى ندين الله به وهو ان علياً كرم الله وجهه

اور ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین

علی الحق ومجتھدمصیب في عدم تسلیم قتلة عثمان، ومعاویة رضی الله عنه مجتهد مخطئی فدع القیل والقال فماذا بعد الحق إلا الضلال.	کو سپرد نہ کرنے میں برحق تھے، اور ان کا اجتہاد درست تھا، اور حضرت معاویہؓ اجتہادی غلطی پر تھے، اس لئے اس میں قیل وقال سے پرہیز کرو، حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۸) اسی طرح ملا علی قاری نے بھی شرح شفا میں لکھا ہے:

انهم اجتهدوا فأخطأوا (۳/۱۶۶ علی هامش نسیم الریاض)	انھوں نے اجتہاد کیا، تو ان کا اجتہاد غلط ہوا۔

(۹) شیخ ابو شکور سالمی (پانچویں صدی کے محقق عالم) اپنی مستند ومقبول کتاب تمہید (۱۸۲) میں لکھتے ہیں:

قال أهل السنة والجماعة بأن معاویة ومن تابعه من الصحابة في حال حیوۃ علي رضي الله عنه کانوا مخطئین لأنهم اجتهدوا في محل الاجتهاد لا في وقت الاجتهاد لأن معاویة کان أهلا للخلافة بعد علي ولولم یسبق خلافة علي لکانت تصح خلافته في ذلک الوقت.	اہل سنت والجماعت کا قول ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی زندگی میں جن صحابہ نے ان کی پیروی کی، وہ غلطی پر تھے، اس لئے کہ انھوں نے جو اجتہاد کیا وہ اجتہاد کا مقام تو تھا، لیکن اجتہاد کا وقت نہیں تھا، اس لئے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کے بعد خلافت کے حقدار تھے، اگر حضرت علیؓ کی خلافت پہلے نہ ہوتی تو اس وقت حضرت امیر معاویہؓ ہی کی خلافت صحیح تھی۔

آگے فرماتے ہیں:

ثم نقول بأن الباغي لايكفر ولايفسق بدليل قوله تعالى ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا﴾ فالله سمى كلتا الطائفتين مؤمناً وهما جندا معاوية وعلي، وروي عن النبي (صلى الله عليه وسلم) أنه قال للحسن إن ابني هذا سيد سيصلح الله به بين الفئتين من المؤمنين، فالنبي (صلى الله عليه وسلم) جعل الفئتين المؤمنين (ص ١٨٣)

پھر ہمارا یہ کہنا ہے کہ باغی کی تکفیر اور تفسیق نہیں کی جا سکتی، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے (وإن طائفتان من المومنين اقتتلوا) اس لئے کہ اللہ پاک نے دونوں جماعتوں کو مومن قرار دیا ہے، اور وہ حضرت معاویہؓ و علیؓ کے لشکر والے تھے، اور آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن کے متعلق فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب وہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا، آنحضرت ﷺ نے دونوں گروہوں کو مومن قرار دیا ہے۔

اور آگے فرماتے ہیں:

نقول إن معاوية كان عالماً من غير فسق وكانت فيه الديانة ولو لم يكن متديناً لكان لايجوز الصلح معه فلم يوجد منه سوى البغي، ثم علي صالح معه لأن في بغيه ما جار المسلمين

ہم کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ عالم تھے، ان سے فسق کا ثبوت نہیں ہوا، ان کے اندر دینداری تھی، اگر وہ دیندار نہ ہوتے تو ان کے ساتھ صلح کرنا جائز نہ ہوتا، کیونکہ ان سے بغاوت کے سوا اور کسی چیز کا ظہور نہ ہوا

وكان يدعى الحق وكان عادلاً فيما بين الناس ثم بعد علي كان اماماً على الحق عادلاً في دين الله وفي عمل الناس (ص ۱۸۴)

پھر حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ اس وجہ سے مصالحت کی کہ انھوں نے اپنی بغاوت میں مسلمانوں پر ظلم نہیں کیا، وہ حق کے مدعی تھے، اور عادل و منصف مزاج تھے، پھر حضرت علیؓ کے بعد امام برحق تھے، مذہب وحکومت میں انصاف سے کام لیتے تھے۔

اور فرماتے ہیں:

لايجوز اللعن على معاوية لأن علياً صالح معه ولو كان مستحق اللعن لكان لايجوز الصلح معه (ص ۱۸۳)

حضرت معاویہؓ پر لعن کرنا جائز نہیں، کیونکہ حضرت علیؓ نے ان سے صلح کر لی تھی، اگر وہ مستحق لعنت ہوتے تو ان سے صلح کرنی درست نہ ہوتی۔

(۱۰) ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وأماماوقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علي والخروج معه الى المحاربة ومن محاربة طائفة منهم كما في حرب الجمل وصفين فلايدل على عدم صحة خلافته ولا على تضليل مخالفيه ولا على تضليل

رہا صحابہ کی ایک جماعت کا حضرت علیؓ کی مدد سے باز رہنا اور ان کے ساتھ میدان جنگ میں شریک نہ ہونا، اور ایک دوسرے گروہ کا ان کے مقابلے میں جمل وصفین میں برسرپیکار ہونا، تو یہ ان کی خلافت کی عدم صحت اور مخالفین کے ان کی حکمرانی کو قبول نہ

مخالفيه في ولايته إذ لم يكن ذلك عن نزاع في حقيقة إمارته بل كان عن خطأ في اجتهادهم (الی) والمخطئی في الاجتهاد لايضلل ولايفسق علی ماعليه الاعتماد (ص ٧٨)

کرنے اور اس کے خلاف ورغلانے پر دلالت نہیں کرتی، اس لئے کہ ان کی امارت وخلافت میں کوئی نزاع نہ تھی، بلکہ یہ ان صحابہ کرامؓ کی اجتہادی غلطی تھی، اور اجتہاد میں غلطی کرنے والا گمراہ اور گناہگار نہیں ہوتا۔

(۱۱) علامہ تفتازانی مقاصد میں لکھتے ہیں:

والمخالفون بغاة لخروجهم علی الامام الحق لافسقة أو کفرة علی مايزعم الشيعة جهلاً بالفرق بين المخالفة والمحاربة بالتاويل (۳۰۴/۲)

خلیفۂ برحق کے خلاف خروج کی وجہ سے مخالفین باغی تھے، فاسق یا کافر نہیں تھے، جیسا کہ جاہل شیعوں کا خیال ہے۔

اور شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

وليسوا کفاراً و لافسقة و لاظلمة لمالهم من التأويل وإن کان باطلاً، فغاية الامر أنهم أخطأوا في الاجتهاد وذلک لايوجب التفسيق فضلاً عن التکفير ولهذا منع علي رضی الله عنه أصحابه من لعن أهل

اور تاویل کی وجہ سے وہ کافر اور فاسق و ظالم نہیں تھے، اگر چہ ان کی تاویل صحیح نہیں تھی، زیادہ سے زیادہ یہ کہ انھوں نے اجتہاد میں غلطی کی، اور یہ چیز موجب فسق نہیں ہے، چہ جائیکہ کفر کا باعث ہو، یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کو شام والوں کو لعنت

الشام وقال إخواننا بغوا علينا' (۳۰۵/۲)

کرنے سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ ہمارے بھائی بند ہیں جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(۱۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ (ص ۰۰) میں ہے:

أما معاوية فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء الخيار، والحروب التي جرت بينهم كانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها وكلهم متأولون في حروبها ولم يخرج بذلك أحد منهم عن العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوا كما اختلف المجتهدون بعدهم في مسائل ولا يلزم من ذلك نقص أحد منهم.

حضرت معاویہؓ اصحاب عدل و فضل اور برگزیدہ و پسندیدہ صحابہ میں تھے، اور ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، وہ شبہے کی بنیاد پر تھیں، جس کی وجہ سے ہر جماعت خود کو برحق خیال کرتی تھی، یہ سب حضرات اپنی مورچہ بندی میں تاویل کیا کرتے تھے، اور اس تاویل کی وجہ سے کوئی بھی شرف عدالت سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ یہ حضرات مجتہد تھے، ان کے مابین اسی طرح اختلاف رونما ہوا، جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کے مابین مسائل میں اختلاف رونما ہوا، اور اس سے کسی کی تنقیص نہیں لازم آتی۔

(۱۳) علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں حضرت معاویہؓ وغیرہ کو برا کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكل هذا جرأة على السلف

یہ سب سنت کے خلاف اور اسلاف

مخالف للسنة فإن ماجرى بينهم كان على الاجتهاد وكل مجتهد مصيب والمصيب واحد مثاب، والمخطئ معذور لاترد شهادته . (قلمی نسخہ ندوہ)

کی شان میں گستاخی ہے، اس لئے کہ جو کچھ ان کے درمیان پیش آیا وہ بر بنائے اجتہاد تھا، اور ہر مجتہد درستگی پر ہوتا ہے، اور حق پر ایک ہی ہوتا ہے، جو مستحق ثواب ہوتا ہے، اور جو مجتہد غلطی پر ہوتا ہے وہ معذور ہوتا ہے، اس کی شہادت رد نہیں ہوتی ہے۔

(۱۴) امام نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ میں لکھتے ہیں:

وأما معاوية رضي الله عنه فهو من العدول الفضلاء و الصحابة النجباء و أما الحرب التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها و كلهم عدول متأولون في حروبهم و لم يخرج شئی من ذلك أحدا منهم من العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء و غيرها ولا يلزم من

حضرت معاویہؓ اصحاب عدل وفضل اور برگزیدہ و پسندیدہ صحابہ میں تھے، اور ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، تو وہ شبہے کی بنیاد پر تھیں، جس کی وجہ سے ہر جماعت خود کو برحق خیال کرتی تھی، یہ سب حضرات اپنی مورچہ بندی میں تاویل کیا کرتے تھے، اور اس تاویل کی وجہ سے کوئی بھی شرف عدالت سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ یہ حضرات مجتہد تھے، ان کے مابین اسی طرح اختلاف رونما ہوا، جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کے مابین مسائل میں اختلاف رونما ہوا، اور اس سے کسی کی

ذلک نقص أحده منهم

تنقیص نہیں لازم آتی۔

اوراسی کتاب کے ج۲ص۳۱۰ پر لکھتے ہیں:

”واعلم أن سب الصحابة حرام من فواحش المحرمات سواء من لابس الفتن منهم وغيره لأنهم مجتهدون في تلك الحروب ومتأولون.“

اور جان لو کہ صحابہ کی شان میں بد گوئی کرنا حرام اور سخت ممنوع ہے، خواہ وہ صحابہ ہوں جو فتنوں میں شریک رہے یا ان کے علاوہ ہوں، اس لئے کہ وہ حضرات ان جنگوں میں مجتہدومأول تھے۔

اورج۲ص۳۹۰ پر لکھتے ہیں:

والطائفةالأخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلاإثم عليهم لذلك كماقدمناه في مواضع لهم.

اور دوسری جماعت باغی تھی مگر وہ لوگ مجتہد تھے، لہذا اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ ہم متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔

اورج۲ص۳۹۰ پر لکھتے ہیں:

ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والامساك عماشجر بينهم وتأويل قتالهم وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوامعصية ولامحضاالدنيا بل اعتقد كل فريق أنه على الحق ومخالفه باغ فوجب عليه

اہل حق واہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان (صحابہؓ) کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، ان کے درمیان جو آویزشیں ہوئیں ان سے زبان بند رکھی جائے، اور ان کے قتال کی تاویل کی جائے، اور یہ کہ وہ مجتہد تھے، تاویل کرتے تھے، انھوں نے معصیت اور

قتاله ليرجع الى أمر الله وكان بعضهم مصيباً وبعضهم مخطئاً معذوراً في الخطأ لأنه باجتهاد والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه وكان علي رضي الله عنه هو المصيب في ذلك الحروب هذا مذهب أهل السنة.

دنیا داری کا ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ ہر فریق کا یہ خیال تھا کہ وہ برحق ہے اور اس کا مخالف باغی ہے، جس کی وجہ سے اس پر قتال واجب ہے، تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ جائے، ان میں سے بعض حق پر تھے اور بعض خطا پر تھے اور وہ اپنی خطا پر معذور تھے، اس لئے کہ وہ خطا اجتہادی تھی، اور مجتہد جب خطا کرتا ہے تو اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا، اور ان جنگوں میں حضرت علیؓ ہی حق پر تھے، یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

(۱۵) مولانا محمد معین فرنگی محلی اپنے فتویٰ میں ابوزید مالکی اور ابن تیمیہ کے اقوال نقل فرماتے ہیں:

قال المحققون من الحنفية والمالكية والحنبلية والشافعية أما معاوية من العدول الفضلاء والصحابة الخيار، والحروب التي جرت بينهم كانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها وكلهم متأولون في

حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے محقق اہل علم نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ عادل و فاضل اور منتخب صحابہ میں تھے، اور ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر گروہ کو ایسا شبہ تھا کہ اس کی بنیاد پر ہر جماعت نے خود کو برحق خیال کیا، اور اپنی مورچہ بندی میں سب نے تاویل کی

خروجها ولم يخرج بذلك أحدمنهم عن العدالة لأنهم مجتهدون ...... ولايلزم من ذلك نقص أحدهم. هكذاقال علي القاري الحنفي والإمام النووي الشافعي وأبوزيد المالكي وابن تيمية الحنبلي وغيرهم من اكابر العلماء أجمعين.

تھی، اور اس کی وجہ سے کوئی بھی حد عدالت سے خارج نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ سب حضرات مجتہد تھے، اور اس سے کسی کی تنقیص نہیں لازم آتی، یہی قول ہے ملا علی قاری حنفی، امام نووی شافعی، ابو زید مالکی، اور ابن تیمیہ حنبلی وغیرہ تمام اکابر اہل علم کا۔

مولانا محمد معین الدین کا یہ فتویٰ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اپنے فتاویٰ ''قیام الدین'' ص ۲۶۶ تا ص ۲۷۵ میں نقل کیا ہے۔

(۱۶) حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں:

درواقعہ حضرت معاویہؓ وحضرت علیؓ حق بجانب علیؓ بود واز حضرت معاویہؓ دریں باب خطاشد و چونکہ خطائے مجتہد عفوست خصوصاً وقتیکہ فضل صحابیت دراں منضم باشد پس دریں صورت خطائے ایشاں را زبان زدخاص وعام نباید ساخت کہ عوام مفت گمراہ خواہند شد، چہ سوئے ظن با حضرت معاویہؓ آمد رفض است،

حضرت معاویہؓ وحضرت علیؓ کے واقعے میں حق حضرت علیؓ کی طرف تھا، اور حضرت معاویہؓ سے اس باب میں غلطی واقع ہوئی تھی، مگر چونکہ مجتہد کی خطا معاف ہوتی ہے بطور خاص جبکہ صحابیت کی فضیلت بھی اس کے ساتھ وابستہ ہو، اس لئے اس صورت میں ان بزرگوں کی غلطیوں کو زبان زد عوام وخواص نہیں بنانا چاہئے اس لئے کہ

و در تقریر و تحریر لحاظ تعظیم ہر دو بزرگواراں برابر باید داشت کہ تعظیم ایں بزرگواراں مضمون صحابیت است وایں امر ہر دو نسبت بما برابر است اگر چہ فیما بین خود ہا حضرت علیؓ نسبت حضرت معاویہ فضیلتہا دارند لیکن در مضمون صحابیت برابر اند چہ اگر کسے از طبقہ غیر صحابہؓ برتبۂ غوث رسد تاہم برتبۂ ادنی صحابہ نخواہد رسید (فتاویٰ قیام الدین ص ۲۷۵ ص ۲۵۸)

عوام اس سے بلا وجہ گمراہ ہوں گے، کیونکہ حضرت معاویہؓ کی شان میں بدگمانی کا آنا، رافضیت کا آنا ہے، اور تقریر و تحریر میں دونوں بزرگوں کی تعظیم کو برابر ملحوظ رکھنا چاہیے، اس لئے کہ ان بزرگوں کی تعظیم صحابیت کا مضمون ہے، اور یہ چیز ہمارے اعتبار سے دونوں کی نسبت برابر ہے، اگر چہ حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کی نسبت بہت زیادہ فضیلت کے حامل تھے، لیکن صحابیت کے مضمون میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ اگر کوئی غیر صحابی غوث کے درجے تک بھی پہنچ جائے، تب بھی ایک ادنی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۱۷) حضرت مولانا عبد الحلیم لکھنوی والد ماجد مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے مذکورہ بالا فتوے کی تصحیح وتصویب فرمائی ہے۔ (فتاویٰ قیام الدین ص ۲۵۹)

(۱۸) مولانا محمد معین الدین فرنگی محلی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ نزد اہل سنت در حرب حضرت علی مخطی ہستند واز اں فسق لازم نمی آید و ہر کہ فسق اعتقاد کند از اہل سنت نیست۔

حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ میں غلطی پر تھے، اور اس سے فسق لازم نہیں آتا، اگر کوئی شخص اس کو فسق خیال کرے تو وہ اہل سنت میں

فتاویٰ (قیام الدین ص ۲۶۰) سے نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

"وصاحب جامع الاصول ودیگر محدثین وعلمائے متکلمین ہمہ ہا قائل اند کہ معاویہ از صحابہ جلیل القدر وعظیم المنزلۃ بود ومحاربات وغیرہ کہ از و صادر شدہ محمول برخطائے اجتہادی است"...... پس ہر کہ قائل خطائے منکر معاویہ است ویا اور اتفسیق کند او مبتدع است بلاشبہ وریب (ص ۲۶۱)

صاحب جامع الاصول اور دیگر محدثین ومتکلمین سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی تھے، اور ان سے جو جنگیں وغیرہ ہوئی ہیں، وہ خطاء اجتہادی پر محمول ہیں۔ اس لئے جو شخص حضرت معاویہؓ کے متعلق خطاء ومنکر کا خیال رکھتا ہے، یا ان کی تفسیق کرتا ہے، تو وہ بلاشک وشبہ بدعتی ہے۔

(۱۹) بعینہ یہی بات مولانا علی محمد فرنگی محلی نے بھی اپنے فتویٰ میں تحریر فرمائی ہے بلکہ مزید براں یہ بھی لکھا ہے کہ:

فی الواقع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از صحابۂ جلیل القدر وعالی مرتبت وکاتب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بودند، و فضائل غزوات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ولشکروے برزبان مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آں چناں مذکور است کہ احاطۂ آں دشوار و بانام

درحقیقت حضرت امیر معاویہؓ ایک جلیل القدر اور بلند رتبہ صحابی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے اور حضرت معاویہؓ کے لشکر اور غزوات کے فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس طرح ذکر کئے گئے ہیں، کہ ان کو حیطۂ تحریر میں لانا دشوار ہے اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باید نوشت چنانکہ درکتب فقہ مسطور است (فتاویٰ قیام الدین ص۲۶۲)

حضرت معاویہؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا چاہئے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(۲۰) مولانا عبدالباری فرنگی محلی فرماتے ہیں: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہے اور ان سے خطائے اجتہادی لائق تر ہے باعتبار خطائے منکر کے، انکے متعلق یہی اعتقاد اہل سنت کا ہے، وہ ماجور ہیں اگرچہ مصیب نہیں ہیں اور بے شبہ فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سے بہت زائد ہے وہ مجتہد مصیب تھے (فتاویٰ قیام الدین ص۲۶۴)

(۲۲/۲۱) حافظ ابن حجر شافعی فتح الباری ج ۱ ص ۴۵۱ میں اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۹ میں فرماتے ہیں:

وهم مجتهدون لالوم عليهم في اتباع ظنونهم (الى قوله) معذورون للتاويل الذي ظهر لهم

وہ لوگ مجتہد تھے، ان پر اپنے خیال کے اتباع میں کوئی ملامت نہیں ہے، وہ اپنی تاویل کی وجہ سے معذور تھے۔

نیز حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۳ میں لکھتے ہیں:

وذهب جمهور أهل السنة الى تصويب من قاتل مع علي لامتثال قوله تعالى ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الاية﴾ ---- ٠٠٠٠ وهؤلاء

اور تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حق حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب کی طرف تھا (وإن طائفتان من المومنين اقتتلوا) الآیۃ پر عمل کرنے کی وجہ سے، اس کے باوجود

مع هذا التصويب متفقون على أنه لا يذم واحد من هؤلاء بل يقولون اجتهدوا وأخطأوا.

یہ حضرات اس پر متفق ہیں کہ ان میں کسی کی مذمت نہیں کی جائے گی، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اجتہاد کیا اور ان سے اجتہادی غلطی ہوئی۔

(۲۴/۲۳) امام غزالی احیاء العلوم میں اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی اس کی شرح (ج ۲ ص ۲۲۳) میں فرماتے ہیں:

ومن هذا ما جرى من الحروب والخلاف بين معاوية بن أبي سفيان وعلي بن أبي طالب رضي الله عنهما في صفين لم يكن عن غرض نفساني وحظوظ شهوة بل كان مبنياً على الاجتهاد الذي هو استفراغ الجهد لتحصيل ظن بحكم شرعي لا منازعة من معاوية رضي الله عنه وفي تحصيل الامامة كما ظن اهـ

اور اسی میں سے حضرت معاویہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلافات اور جنگیں تھیں، یہ کسی نفسانی غرض اور خواہش نفس کا نتیجہ نہیں تھیں، بلکہ اس اجتہاد پر مبنی تھیں، جس میں کسی حکم شرعی کے حصول کے لئے کوشش صرف کی جاتی ہے، نہ کہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے امامت کے حصول اور کشمکش کا شاخسانہ تھیں۔

(۲۵) اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:

قتلاي وقتلى معاوية في الجنة

یعنی میرے اور معاویہ (دونوں گروہوں کے مقتول لوگ جنت میں ہیں (مجمع الزوائد ۹/ ۳۵۷، تطہیر الجنان ص ۳۹، ازالۃ الخفاء ص)

حضرت علیؓ کا یہ فرمان صریح دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے گروہ کی خطا اجتہادی تھی۔

(۲۶) فوائد الفواد ملفوظات سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء میں ہے:

بندہ عرض داشت کرد کہ اعتقاد درباب معاویہ چگونہ باید داشت، فرمود کہ مسلمان بود واز صحابہ بود، خسر پورۂ رسول علیہ السلام (فوائد الفواد ص ۱۷۹)

یعنی بندہ نے عرض کیا کہ حضرت معاویہؓ کے حق میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے تو فرمایا: کہ وہ مسلمان تھے، صحابی تھے اور رسول علیہ السلام کے سسر کے لڑکے (آپ کی بیوی ام حبیبہ کے بھائی) تھے۔

(۲۷) ہدایۃ السعداء للقاضی شہاب الدین الدولت آبادی میں ہے:

(سوال) لعن برمعاویہ جائز است یانہ؟

(جواب) لعن برمعاویہ نشاید ازاں کہ معاویہ ہمیشہ رعایۃ خاندان نبوت می کرد، چنانکہ ذکر کردم کہ مال بسیار بحسنینؓ داد برتغلب خود مقر شد ورکاب غاشیہ برباز و خود کردہ پیادہ دوید بخلاف یزید کہ اہانت خاندان نبوۃ نمود، في التشريح لاينبغي اللعن على معاوية لأنه لم يستخف أهل البيت و ما أهانهم قط و

ترجمہ:- حضرت معاویہؓ پر لعنت نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ معاویہؓ نے خاندان نبوت کی ہمیشہ پاسداری کی ہے، حضرت حسنؓ وحسینؓ کو بہت بہت مال عطا کیا ہے اپنے تغلب کا اقرار کیا ہے اور اپنے بازو پر ان کی سواری کی زین رکھ کر پیادہ دوڑے ہیں بخلاف یزید کے کہ اس نے اہانت کی ہے۔ تشریح میں ہے کہ معاویہ پر لعن طعن نہ کرنا چاہئے، انھوں نے اہل بیت کی کبھی اہانت و تذلیل

كان غاية أمره البغي بالشبهة وإنما بغى وخرج على علي بحكم فتوىٰ عائشة وطلحة وزبير فوقع في اجتهادهم الخطأ وتاب ورجع بعده وكان أكرم الحسن والحسين وكان ناصحاً لإبنه يزيد بإحسان أهل البيت ،في شرح عقائد النسفية لمولانا سعدالدين التفتازاني الى قوله وهو لا يوجب اللعن.

نہیں کی ہے، زیادہ سے زیادہ سمجھ کی بنا پر ان سے بغاوت سرزد ہوئی ہے، وہ بھی عائشہؓ وطلحہؓ وزبیرؓ کے فتوے کی بنا پر، اور ان لوگوں سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی، اور حضرت معاویہؓ برابر اپنے لڑکے یزید کو اہل بیت کے ساتھ احسان کی تاکید کرتے تھے۔

در مبکیات آوردہ بارہا معاویہ یزید را گفت یزید ہرچہ حسن وحسین بخواہند دریغ نداری کہ ایں ہمہ حق ایشانست وفردائے قیامت طاقت خصم رسول خدانداری ہرکہ بد بخت است ایں سخن مادر وپدر کجا گوش می کند تا بدانی کہ معاویہ بخاندان نبوۃ ضرر نرسیدہ۔

مبکیات میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید سے بارہا کہا کہ حسنؓ وحسینؓ جو چاہیں اس کو بے تأمل پورا کر یہ سب ان کا حق ہے قیامت کے دن رسول خدا سے مقابلہ کی طاقت تجھ کو نہیں ہے جو بد بخت ہے وہ ماں باپ کی کب سنتا ہے، تا کہ تم کو معلوم ہو کہ معاویہ نے خاندان نبوت کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا ہے۔

(۲۸) اس کے بعد زہر دینے کا سوال ہے، اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

رعایت او در ظاہر خاندان نبوۃ بسیار بود ایں گماں برو

وہ (معاویہ) ظاہر میں خاندان نبوت کی بہت زیادہ رعایت کرتے تھے ان پر بدگمانی ہم نہیں

نکنم ...... ایں تحقیق نیست وازگماں لعن برمومن نشاید۔

کرسکتے۔ یہ تحقیقی بات نہیں ہے، اور صرف بدگمانی کی بنا پر کسی مومن پر لعن طعن نہ کرنا چاہیے۔

فی مناقب السادات له: — دولت آبادی کی مناقب السادات میں ہے:

معاویہ بایذاء امیرالمؤمنین علی کافر باشد یانے، جواب: معاویہ باغی مأول بود والمأول لیس بکافر ولا فاسق۔

امیرالمومنین علیؓ کو ایذا دینے کی وجہ سے معاویہ کافر ہیں یا نہ، (جواب) معاویہؓ نے تاویل کی بنا پر بغاوت کی تھی اور تاویل کرنے والا نہ کافر ہے نہ فاسق۔

اس کے بعد تشریح وتمہید کی عبارت نقل کی ہے۔

حاصل آنکہ افضل عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بعد او آدم علیہ السلام بعد ایشاں دیگر پیغمبراں علیہم السلام بعد ایشاں خلفائے اربعہ بترتیب خلافت، بعد ایشاں اولاد رسول لقربہم من رسول اللہ، بعد ایشاں شش نفر دیگر از عشرۂ مبشرہ، بعد ایشاں اہل بدر، بعد ایشاں اہل مدینہ، بعد ایشاں صحابۂ دیگر، زیرا کہ اگر کسے علم اولین و آخرین خواند و بقدر احد زرونقرہ صدقہ دہد بمنزلۂ یک صحابہ نرسد اگرچہ آں صحابہ باغی یا خاطی بود چوں معاویہ و امثالش باشد و اگر

افضل عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے بعد آدم علیہ السلام، پھر باقی انبیاء ان کے بعد چاروں خلفاء خلافت کی ترتیب پر، ان کے بعد اولاد رسول، ان کے بعد باقی چھ حضرات عشرہ مبشرہ ہیں، ان کے بعد اہل بدر، ان کے بعد اہل مدینہ، ان کے بعد تمام دوسرے صحابہ، اسلئے کہ اگر کوئی اولیں وآخریں کا علم پڑھ جائے اور احد پہاڑ کے برابر سونا چاندی خیرات کرے تب بھی کسی ایک صحابی کے رتبہ کو نہ پہنچے گا اگرچہ وہ صحابی باغی ہو جیسے حضرت معاویہؓ اور

خواجہ اویس وامام اعظم بود۔

ان کے مثل کوئی اور، صحابی کے رتبہ کو غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا چاہے خواجہ اویس قرنی اور امام اعظم ہی کیوں نہ ہوں۔

(۳۰) بغیۃ الرائد میں ہے

روش سنیاں آنست کہ صحابۂ رسول را جز بخیر یاد نہ کنند ولعن وسب وشتم و اعتراض و انکار بر ایشاں نہ نمایند و باایشاں براہ سوءادب نروند برائے نگاہ داشت نسبت وحق صحبت وی ﷺ ۔ (الی قولہ)۔ ومنازعات ومحاربات و مشاجرات و مخالفات وتقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی وترک رعایت آداب بایشاں کہ درمیان ایشاں واقع شدہ آنرا محامل وتاویلات صحیحہ است وبرتقدیر تسلیم صحت وغرض نبوت نیز ازاں اغماض باید ورزید، وگفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ باید انگاشت چہ صحبت ایشاں با پیغمبر خدا ﷺ یقینی است ونقول دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد ویقینی بظن متروک نشود غرضکہ

سنّیوں کا طریقہ یہ ہے کہ صحابۂ رسول ﷺ کو صرف خیر کے ساتھ یاد کرتے ہیں، اور ان حضرات پر لعنت، سبِ وشتم اور اعتراض وانکار نہیں کرتے، اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ نسبت وصحبت کی رعایت کرتے ہوئے ان حضراتؓ کے ساتھ سوءِ ادبی نہیں کرتے۔ آگے مذکور ہے: اہلِ بیت کے حقوق کی رعایت میں کوتاہی، ان کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا، اور ان حضرات کے درمیان جنگ ومحاربہ اور کشمکش کا پیش آنا، ان باتوں کے صحیح محمل اور تاویل موجود ہیں اور اگر ان کو صحیح وثابت تسلیم کرلیا بھی جائے تو بھی اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔ اور گفتہ کو ناگفتہ اور شنیدہ کو ناشنیدہ

سرحد دار اسلام تا معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و امثال ایشاں است ہر کہ باتباع اہل سنت و جماعت رود زباں را از سب و لعن بر ایشاں بر بندد و اگر بتصور بعض امور کہ مؤرخاں در باب سیر نقل می کنند وحشتے در باطن و کدورتے در خاطر در آید تاہم سلامت در اغماض و کف لسان است (بغیۃ الرائد)

واز سلف مجتہدین و علمائے صالحین جواز لعن بر معاویہ رضی اللہ عنہ واحزاب او منقول نیست، نہایت کار ایشاں بغی و خروج بر امام برحق و خلیفہ مطلق علی مرتضی است (الی قولہ) و ایں موجب کفر و لعن نیست و شیمہ سنیاں ترک دشنام است (۹۷)

کر دینا چاہیے، کیونکہ رسول خدا ﷺ کے ساتھ ان حضرات کی صحبت یقینی ہے اور دوسری چیزیں ظنی ہیں، اور ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہو سکتا، اور یقین ظن کی بنیاد پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ الغرض دار الاسلام کی سرحد حضرت معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، اور ان جیسے حضرات تک ہے، تو جو شخص اہل سنت والجماعت کا اتباع کرتا ہے، ان حضرات پر لعنت اور سب وشتم سے باز رکھتا ہے، اور اگر مورخوں کی بیان کردہ بعض باتوں کے تصور سے دل میں وحشت و کدورت پیدا ہو تو بھی سلامتی چشم پوشی اور زبان بندی میں ہے۔ (بغیۃ الرائد ص ۹۶، ۹۷)

سلف مجتہدین اور علمائے صالحین سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے لوگوں پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ہے، ان حضراتؓ کا زیادہ سے زیادہ عمل یہ تھا کہ انھوں نے امام برحق اور خلیفۂ مطلق حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خروج کیا تھا، اور یہ چیز موجب کفر نہیں ہے اور سنیوں کا طریقہ دشنام گوئی سے باز رہنا ہے۔

وخود کدام دلیل واضح تر ازیں خواہد بود کہ بے واسطہ جمال مصطفوی را دیدہ اند، وبا حضرت وے صحبت وہم نشینی داشتہ وقرآن وسنت را از زبان وے شنیدہ، وبلا واسطہ باامر ونہی الٰہی مخاطب گشتہ، وجان ومال واولاد واحفاد را بے دریغ در راہ از باختہ، وبحقیقت آنچہ بیک نظر جمال وے دیدن، دمے، در بزم وے نشستن و حرفے از زبان او گوش کردن حاصل شود، مدۃ العمر دیگراں را بخلوات واربعینات دست بہم ندہد (بغیۃ الرائد ص۸۶)۔

تکمیل الایمان ص ۶۹، وآنچہ از بعضے ایشاں در مشاجرات ومحاربات تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی ورعایت ادب بایشاں نقل کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار ازاں اغماض کنند وتغافل ورزند وگفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ

اور اس سے زیادہ واضح دلیل کیا چاہئے کہ انھوں نے جمال مصطفیٰ ﷺ کو بلا واسطہ دیکھا ہے، اور ان کو آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں صحبت وہم نشینی حاصل رہی ہے، اور آپ ﷺ کی زبان سے قرآن وسنت کو سنا ہے، اور احکام الٰہی کے بلا واسطہ مخاطب رہے ہیں، اور اپنی جان و مال اور آل و اولاد کو بیدریغ راہِ خدا میں خرچ کیا ہے، اور درحقیقت آپ کے جمال کو ایک نظر دیکھ لینے، آپ کی بارگاہ میں کچھ دیر بیٹھ جانے، اور آپ کی زبان مبارک سے ایک حرف سن لینے سے جو بات حاصل ہوتی ہے، دوسرے لوگوں کی مدّۃ العمر گوشہ نشینی اور چلّہ کشی سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

وہ جو بعض صحابۂ کرامؓ سے جنگ ومحاربہ، اہل بیت کے حقوق اور ان کے ساتھ ادب کی رعایت میں کوتاہی کے باب میں نقل کرتے، ان خبروں کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد بھی ان سے چشم پوشی اور تغافل برتتے ہیں، اور گفتہ کو

انگارند، زیرا کہ صحبت ایشاں با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یقینی است ونقلہائے دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد ویقین بظنی متروک نشود و بالجملہ سرحد دار اسلام و سنت با معاویہ وعمر و بن العاص ومغیرہ بن شعبہ واشباہ وامثال است، ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت و جماعت رود گو زبان را از سب ولعن ایشاں بر بندد واگر چہ بحسب تصور بعضے امور کہ قدر مشترک ازاں سرحد تواتر رسیدہ است در باب سیر وتواریخ نقل کنند باطن را وحشتے وخاطر را کدورتے دست دہد، باوجود آں سلامت در اغماض وکف لسان است..... (الی)..

و بالجملہ سب وطعن در ایشاں اگر مخالفت دلیل قطعی بود کفر است چنانچہ قذف عائشہ بزنا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وے بنصوص قرآنی ثابت شدہ، والا بدعت وفسق بود علمائے سنت وجماعت گویند کہ نہایت

نا گفتہ اور شنیدہ کو نا شنیدہ کرتے ہیں اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات رضی اللہ عنہم کی صحبت یقینی ہے اور دوسری نقلیں ظنی ہیں، اور ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہوتا، الغرض دار الاسلام اور سنت و جماعت کی سرحد حضرت معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، اور مغیرہ بن شعبہؓ تک ہے، تو جو شخص اہلِ سنت و جماعت کے مشائخ کا اتباع کرے، زبان کو ان حضرات پر سب وشتم اور لعنت سے باز رکھے۔ اور اگر چہ بعض امور کے تصور سے جن کو تاریخوں میں نقل کرتے ہیں دل میں وحشت و کدورت پیدا ہوتی ہے، اس کے باوجود سلامتی اسی میں ہے کہ ان سے اغماض برتا جائے اور زبان کو باز رکھا جائے.... اور خلاصہ یہ کہ ان حضراتؓ کی شان میں سب وشتم اور طعن و تشنیع اگر دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ کفر ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر معاذ اللہ زنا کی تہمت عائد کرنا کہ آپؓ

کار معاویہ و امثال وے بغی و خروج بر امام حق و خلیفۂ مطلق کہ علی مرتضی باشد.....وآں موجب کفر و موجب لعن نگردد واز ہیچ یکے از علمائے مجتہدین و سلف صالحین لعن بر ایشاں منقول نہ شدہ است۔

کے دامن کا اس سے پاک ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے، ورنہ بدعت اور فسق ہے، اہل سنت و جماعت کے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے لوگوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ امامِ برحق اور خلیفۂ مطلق حضرت علی مرتضیٰؓ کے مقابلہ میں خروج کیا، اور یہ چیز موجب کفر وملامت نہیں ہوتی، اور علماءِ مجتہدین اور سلف صالحین میں سے کسی سے بھی ان حضراتؓ پر لعنت کرنا منقول نہیں ہے۔

(۳۱) کتاب المسامرہ میں ہے:

وما جرى بين معاوية وعلي رضي الله عنهما من الحروب بسبب طلب تسليم قتلة عثمان رضي الله عنه لمعاوية ومن معه لما بينهما من بنوة العمومة كان مبنياً على الاجتهاد من كل منهما لا منازعة من معاوية رضي الله عنه في الإمامة(ص ۱۳۰) و اعتقاد أهل السنة و الجماعة تزكية جمع الصحابة رضي الله عنهم

کتاب المسامرہ میں ہے: حضرت معاویہؓ کے حضرت عثمانؓ کے عم زاد ہونے کی وجہ سے ان کے قاتلوں کو حضرت معاویہؓ کے طلب کرنے کی وجہ سے حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ ان دونوں حضراتؓ (علی ومعاویہ) کے اجتہاد پر مبنی تھیں، نہ کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے امامت کے باب میں کشمکش تھی۔

اور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

وجوباً بإثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانهٗ وتعالىٰ عليهم (ص ۱۳۰) كتاب المسامرة الكمال بن ابي شريف شرح المسايرة الكمال بن الهمام.

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وپاکدامنی کا اثبات ہے، اور ان کی شان میں گستاخی سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے، اور ان کی تعریف کرنا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے۔

(۳۲) (فتوی عمار)

رباح بن الحارث قال كنت الى جنب عماربن ياسر بصفين وركبتي تمس ركبته فقال له رجل كفر أهل الشام فقال عمار لا تقل ذاك ديننا ودينهم واحد وقبلتنا وقبلتهم واحدة ولكنهم قوم مفتونون جاوزوا عن الحق، حق علينا أن نقاتلهم حتى يرجعوا (كنى دولابي ج ا ص ۱۵۵)

رباح بن الحارث کہتے ہیں کہ مقامِ صفین میں، میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے پہلو میں اس حال میں تھا کہ میرا گھٹنا آپ کے گھٹنے کو چھو رہا تھا، کسی نے ان سے کہا کہ شام والے کافر ہو گئے، تو حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو، ہمارا اور ان کا دین ایک ہے، اور ہمارا اور ان کا قبلہ ایک ہے، بس وہ لوگ آزمائش میں پڑے اور حق سے تجاوز کر گئے، لہٰذا ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم ان سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ باز آجائیں۔

(۳۳) شذرات الذهب (۶۵/۱) میں ہے:

و هو أحد كتبه الوحي و هو

وہ کاتبین وحی میں سے ایک ہیں،

الميزان في حب الصحابة ومفتاح الصحابة سئل الإمام احمد بن حنبل رحمه الله أيما أفضل معاوية أو عمر بن عبد العزيز؟ فقال: لغبار لحق بأنف جواد معاوية بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم خير من عمر بن عبد العزيز رضي الله تعالى عنه وأماتنا على محبته.

اور وہ صحابہ کرامؓ کی محبت کے باب میں ترازو اور ان کی کنجی ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمرؒ بن عبدالعزیز، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار لگا وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہتر ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے۔

ابنِ حزم وابن القیم نے مفتیانِ طبقہ مُتوسطہ از صحابہ میں حضرت معاویہؓ کو ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ص شذرات ج ا ص ۶۲)

(۳۴) رسائل شامی (۱/۳۵۷) میں ہے:

إن أفضل الأمة بعد نبيها صلى الله عليه وسلم أصحابه الذين نصروه، وليس من مؤمن ولا مؤمنة إلا ولهم منة في عنقه أعظم منة فيجب علينا تعظيمهم واحترامهم ويحرم سبهم والطعن فيهم و نسكت عما جرى بينهم

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر افراد آپ کے وہ صحابہؓ ہیں جنھوں نے آپ کی مدد کی، اور کوئی مومن مرد اور عورت نہیں ہے جس کی گردن پر ان کا عظیم ترین احسان نہ ہو، لہذا ان کی تعظیم کرنا اور ان کا احترام کرنا ہمارے اوپر

من الحروب فإنه كان عن اجتهاد، وهذا كله مذهب أهل الحق وهم أهل السنة والجماعة وهم الصحابة والتابعون، والأئمة المجتهدون، ومن خرج من هذا الطريق فهو ضال مبتدع أو كافر ثم نقل عن مالکؒ أنه قال من شتم أحداً من اصحاب رسول الله ﷺ أبا بكر أو عمر أو عثمان أو معاوية أو عمرو بن العاص فإن قال كانوا في ضلال قتل و إن شتمهم بغير هذا من مشاتمة الناس نكل نكالاً شديداً (ص ۳۵۸)

واجب ہے، اور ان کو گالی دینا ان کے اوپر طعنہ زنی کرنا ہمارے لئے حرام ہے، ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان سے ہم خاموش رہیں، اس لئے کہ وہ اجتہاد کی وجہ سے ہوئیں۔ یہ تمام باتیں اہلِ حق یعنی اہلِ سنت والجماعت والوں کا مذہب ہیں اور یہ اہل سنت و الجماعت صحابہ ہیں تابعین ہیں اور ائمہ مجتہدین ہیں، جو اس راہ سے ہٹے گا وہ گمراہ، بدعتی یا کافر قرار پائے گا۔ پھر حضرت امام مالکؒ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو، ابوبکرؓ یا عمرؓ کو یا عثمانؓ کو یا معاویہؓ کو یا عمرو بن العاصؓ کو برا بھلا کہے تو اگر وہ شخص ان کو گمراہ کہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا، اور اگر اس کے سوا عام آدمیوں کی طرح کوئی اور گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

(۳۵) تاریخِ بخاری ج ۴ ص میں ہے:

عن ابن عباسؓ ما رأيت أحق للملک من معاويةؓ وقال

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت

أبو مسهر عن سعيد بن عبد
العزيز عن ربيعة بن يزيد عن
عبد الرحمن بن عميرة عن
النبي ﷺ قال اللهم علم
معاوية الحساب وقه العذاب
وقال ابن أزهر يعني أبا الأزهر
نا مروان بن محمد الدمشقي
نا سعيد نا ربيعة بن يزيد
سمعت عبد الرحمن بن أبي
عميرة المزني يقول سمعت
النبي ﷺ يقول في معاوية بن
أبي سفيان اللهم اجعله هادياً
مهدياً واهده واهد به وقال
خطاب الفوزي الحمصي نا
محمد بن عمر المحرري قال
سمعت ثابت بن سعد عن
معاوية قال سمعت النبي ﷺ
يقول لا تزال طائفة من أمتي
الخ، حدثني أحمد عن النفيلي
أنه حدثهم عن عمرو بن واقد

معاویہؓ سے زیادہ حکومت کا سزاوار
کسی کو نہیں دیکھا۔ اور عبد الرحمٰن بن
عمیرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اے
اللہ معاویہ کو حساب سکھا اور اس کو
عذاب سے بچا۔ اور عبد الرحمٰن بن ابی
عمیرہ مزنی کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہؓ کے
بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ
اے اللہ تو ان کو ہدایت دینے والا بنا
اور ان کو ہدایت یافتہ بنا، اور ان کو
ہدایت دے اور ان کے ذریعہ (لوگوں
کو) ہدایت پر لگا۔ خطاب فوزی حمصی
کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عمر محرری
نے بیان کیا انھوں نے حضرت ثابت
بن سعد سے سنا وہ حضرت معاویہؓ سے
روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ
میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا فرماتے
تھے کہ میری امت کا ایک گروہ الخ،
اور ابو ادریس خولانی عمیر بن سعد سے

أنه حدثهم عن يونس بن حلبس
وعن أبي إدريس الخولاني عن
عمير بن سعد قال لا تذكروا
معاوية إلا بخير فإني سمعت
رسول الله ﷺ يقول أللهم
اهده، حدثنا إسحاق قال وكيع
قال نا أبو المعتز يزيد بن طهمان
عن ابن سيرين قال كان معاوية
يحدث عن رسول الله ﷺ قال
لا تركبوا الخز ولا النمار قال
وكان معاوية لا يتهم في الحديث
عن رسول الله ﷺ.

ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ
معاویہؓ کو بھلائی کے علاوہ کسی اور
طرح یاد نہ کرو، اس لئے کہ میں
نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ تو ان کو
ہدایت دے۔ ابن سیرین سے
روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ رسول
اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمایا
کرتے تھے کہ ریشم اور چیتے کی
کھال نہ پہنو اور انھوں نے یہ کہا
کہ معاویہؓ حدیث کے باب میں
متہم نہیں تھے۔